جلد 20 شمارہ 2 ماہ فروری 2018ء جمادی الاول 1439ھ
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
اللہ
محبت
صداقت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

# سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصودِ حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

# فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیّت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

## مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فھد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

# اس شمارے میں

# سالانہ کنونشن

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روح پرور سالانہ کنونشن
مورخہ 13، 14 اپریل 2018ء بروز جمعہ، ہفتہ کو منعقد ہوگا
۔

اللہ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر،
تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کی ان مجالس میں اہتمام کے
ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

بمقام: **مرکز تعمیر ملت**

وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ)

جی ٹی روڈ **گوجرانوالا**

رابطہ نمبر 0303-0466321

# سوانح حیات خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

آپ کا نامِ گرامی "**عبدالحکیم**" ہے۔ تصوف سے نسبت کی وجہ سے نام کے شروع میں "**خواجہ**" لگایا جاتا ہے۔ آپؒ کے آباؤ اجداد کا تعلق پانی پت والے انصاری خاندان سے تھا جن کا سلسلۂ نسب مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپؒ ۲۹ جولائی ۱۸۹۳ء کو جوار دہلی کے شہر فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی عبدالرحیم تھا، جو حافظِ قرآن تھے۔ والدہ ماجدہ سیدہ امۃ العائشہ سادات خاندان کی نہایت پارسا اور نیک اطوار خاتون تھیں۔ آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیزؒ اپنے وقت کے ایک جید عالم، کامل صوفی، ولی اللہ اور مردِ خودآ گاہ تھے۔ مولانا عبدالعزیزؒ ایک تعلیم یافتہ اور وسیع النظر بزرگ تھے۔ جو کافی عرصہ تک لکھنؤ میں سینئر سب جج کے عہدے پر فائز رہے۔ آپؒ کے پردادا بھی عابد و زاہد بزرگ تھے، جنہوں نے ملازمت کے دوران کافی وقت ایبٹ آباد میں گزارا اور پھر کرنال سے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر ریٹائر ہو کر فرید آباد چلے آئے۔

**بچپن، تعلیم و تربیت:** آپؒ میں بچپن سے ہی ایسے خواص موجود تھے جو عام بچوں میں نہیں ہوتے آپؒ سے کرامات کا ظہور ابتدائی عمر سے ہی ہونے لگا تھا۔ گھر کا ماحول ایسا ملا جس نے اعلیٰ طرز پر نکھار پیدا کیا۔ آپؒ کا بچپن اپنے دادا مولانا عبدالعزیزؒ کی گود شفقت میں گزرا جنہوں نے پانچ برس کی عمر تک آپؒ کو نماز، مسنون دعائیں، اور کئی چھوٹی چھوٹی سورتیں زبانی یاد کرا دیں۔ مولانا عبدالعزیزؒ کا ایک ذاتی کتب خانہ تھا۔ اس کتب خانہ سے آپؒ نے کافی کتب کا مطالعہ کر کے دینی و دنیاوی علوم پر دسترس حاصل کی۔

**ازدواجی زندگی:**

آپؒ کی شادی آپؒ کے چچا کے گھر ہوئی جو کہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل تھے۔ آپؒ کی اولاد میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کا نام عبدالہادی اور بیٹیوں کے نام شمسہ بیگم، رابعہ بیگم اور ہمایوں بیگم تھے۔ شمسہ بیگم سب سے بڑی اور ہمایوں بیگم سب سے چھوٹی تھیں۔

**مقصودِ حیات:**

آپؒ کا مطمعِ نظر آپؒ کے بقول: ''ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحبِ علم، صاحبِ عرفان اور صاحبِ تحقیق ہو، کشف و کرامات دکھانے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن عارف اور محقق کہاں نظر آتے ہیں۔'' آپؒ کا مقصدِ حیات ''رویت باری تعالیٰ کا حصول تھا''۔

**تلاشِ مرشد:** باقاعدہ سلوک طے کرنے کے لیے آپؒ مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہے، آخر کار آٹھ سال کی تلاش و جستجو کے بعد وہ وقت آیا جب اچانک آپؒ کی ملاقات مولانا کریم الدین احمدؒ سے ہوئی۔ مولانا کریم الدین احمدؒ میں وہ تمام خوبیاں کماحقہٗ موجود تھیں جن کے حامل بزرگ کی آپؒ کو عرصہ دراز سے تلاش تھی۔ آپؒ پہلی نشست میں چھ گھنٹے تک مولانا کریم الدین احمدؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور بیعت ہو گئے۔

**سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت:**

مولانا کریم الدین احمدؒ کے دستِ شفقت پر ۱۹۱۱ء میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کے وقت آپؒ کی عمر اٹھارہ سال تھی اور نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ مولانا کریم الدین احمدؒ نے آپؒ کو چوبیس گھنٹے پاس انفاس، اور روزانہ پانچ ہزار مرتبہ نفی اثبات کرنے کو کہا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں رائج طریق ذکر نفی اثبات کے برعکس مولانا کریم الدین احمدؒ نے آپ کو ذکر نفی اثبات بالجہر کے طریقہ پر کرنے کو کہا۔ آپؒ نے بڑی جانفشانی اور جوش و خروش سے تین برس متواتر اپنے اوراد جاری رکھے۔

ان اوراد و اذکار کو پورا کرنے کی کوشش میں راتیں گزرتی تھیں۔اسی دوران اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے تین لطیفے، قلب، روح اور سر روشن ہو گئے اور ان کے دوائر کی سیر بھی میسر آ گئی۔جس پر مولانا کریم الدین احمدؒ نے تحریری طور پر آپؒ کو خلافت سے نوازا اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔اس کے ساتھ ساتھ اجازت نامہ میں تحریر فرمایا کہ ''جب تک چالیس سال کی عمر نہ ہو جائے کسی کو بیعت نہ کرنا'' اس وقت آپؒ کی عمر تیئیس (۲۳) برس کے لگ بھگ تھی۔مولانا کریم الدین احمدؒ نے آپ کو نوافلِ تہجد پر خصوصی توجہ، ممکنہ حد تک تلاوتِ قرآن پاک اور تفکر یعنی مراقبے میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی ہدایت کی۔آپؒ نے اپنے مرشد کی ہدایات پر عمل کیا۔یہاں تک کہ ۱۹۴۰ء میں مولانا کریم الدین احمدؒ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

## سلسلہ چشتیہ سے نسبت:

مولانا کریم الدین احمدؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے سلسلہ چشتیہ میں مراد آباد کے رہنے والے ایک مشہور بزرگ سید محمد قاسم علی کلیمیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔آپؒ نے پانچ چھ سال میں ہی چشتیہ سلوک طے کر لیا۔آپؒ کم و بیش دس سال کے عرصہ میں صرف دو مرتبہ اپنے مرشد (سید محمد قاسم علی کلیمیؒ) سے ملے۔آپؒ مزاجاً مرشد کی زیارت کی نسبت ان کی بتائی گئی تعلیم پر پورے جوش سے عمل کرنے کے قائل تھے۔آپؒ پیر سے عقیدت کے ساتھ ساتھ محبت کو بھی ضروری خیال کرتے تھے۔

## اویسیہ نسبت:

آپؒ سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ چشتیہ کا روحانی سلوک طے کر چکے تھے مگر مقصودِ حیات یعنی ''رویت باری تعالیٰ کا حصول'' تا حال ایک خواہش کی صورت میں موجود تھا۔مزید کہیں بیعت تو نہ ہوئے مگر سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل کے سلوک کا بغور مطالعہ کیا۔تمام تر مطالعہ میں کہیں بھی رویت باری تعالیٰ کے حصول کا ذکر تک نہ پایا۔مولانا کریم الدین احمدؒ نے پہلی ملاقات میں ہی ایک دوست کے ذریعے رویت باری تعالیٰ کے حصول کی پیشین گوئی کی تھی۔اس دوست کے

انتظار میں آپؒ لطیفہ غیبی کے منتظر رہے۔آخر کار اکتوبر ۱۹۴۸ء میں رسالدار محمد حنیف خانؒ سے ملاقات ہوگئی۔ یہ وہی بزرگ تھے جن کا نام آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیزؒ نے خواب میں آ کر آپؒ کو بتایا تھا اور جن کے بارے میں مولانا کریم الدین احمدؒ نے بشارت دی تھی کہ ''میرے مرنے کے بعد تمہیں ایک دوست ملے گا جس کے پاس تمہارا حصہ ہے، اس کی تعلیم اور صحبت سے تمہارے اندر وہ صلاحیتیں پیدا ہوجائیں گی جو جیتے جی اللہ کا دیدار حاصل کرنے کے لیے لازمی ہوتی ہیں۔''

## سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد:

آپؒ ۱۹۵۳ء میں اپنے مقصودِ حیات یعنی ''رویت باری تعالیٰ کے حصول'' سے ہمکنار ہوئے۔آپؒ کو اپنا مقصودِ حیات مل گیا تو آپؒ نے کراچی میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ۱۹۵۳ء میں بنیاد رکھ کر اس فیض کو عام کیا۔تھوڑے ہی عرصہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کراچی سے پاکستان ایئر فورس کی تمام چھاؤنیوں میں متعارف ہوگیا۔اور کئی جگہ اللہ کے ذکر کے باقاعدہ حلقے قائم ہوگئے۔پاک فضائیہ کے لوگوں ہی کے توسط سے یہ دعوتِ محبت وصداقت چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں تک پہنچتی چلی گئی۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی دعوت کی اشاعت کے ابتدائی ذرائع آپؒ کی وعظ ونصیحت، ذاتی ملاقاتیں، مریدینِ سلسلہ اور بالخصوص وہ خطوط جو آپؒ نے دور دراز مقامات پر رہنے والے اپنے مریدین کو لکھے تھے، خطوط کی زبان وبیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر خطوط مریدین کو ان کے خطوط کے جواب میں لکھے گئے۔آپؒ خطوط کا جواب بروقت دیتے اور شاذونادر ہی ایسا ہوا کہ کسی خط کا جواب نہ دیا ہو۔آپؒ کی علالت پر آپؒ کی طرف سے محمد قاسم خانؒ خطوط کے جوابات دیتے۔

۱۹۵۴ء تک ارکان سلسلہ کی تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہ تھی۔جنوری ۱۹۵۵ء میں بنوں منتقل ہونے کے بعد چند ہی ماہ میں یہ تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔۱۹۵۶ء کے آخر میں ضرورت محسوس ہوئی کہ حلقے کی باقاعدہ تنظیم کی جائے۔یہ قاعدہ بنایا گیا کہ جس مقام پر کم ازکم پانچ آدمی

سلسلہ میں شامل ہو جائیں وہیں ایک حلقہ قائم کر دیا جائے اور انہی پانچوں میں سے ایک کو ان کا انچارج مقرر کر دیا جائے۔ پشاور میں چونکہ ارکانِ سلسلہ کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے تجرباتی طور پر پہلا حلقہ وہاں قائم کیا گیا اور ملک بخشیش الٰہی کو حلقہ کا انچارج مقرر کر دیا گیا۔ حلقہ کے انچارج کو پہلے "امیر حلقہ" کہا جاتا تھا جو بعد میں "خادمِ حلقہ" کر دیا گیا۔

## تصانیف:

آپؒ نے مروجہ پیری فقیری سے قطع نظر کر کے تصوف کی تجدید کی اور اسے قرآن و سنت کے عین مطابق بنانے کا عظیم کام سرانجام دیا۔ آپؒ نے حضور نبی کریمﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق تصوف کی تعلیم کو نئے سرے سے مدون فرمایا۔ اسے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق قابلِ عمل بنا کر باقاعدہ طور پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ آپؒ نے اپنے بنوں قیام کے دوران ہی اپنی پہلی شہرہ آفاق تصنیف بعنوان "تعمیر ملت" ۱۹۵۷ء میں مرتب کی۔ بنوں میں ہی آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے ذکر اذکار، قواعد و ضوابط اور آداب کو اپنی کتاب "طریقت توحیدیہ" میں قلمبند کر دیا۔ "طریقت توحیدیہ" پہلی مرتبہ ۱۹۶۲ء میں نوشہرہ درکاں میں ہونے والے سالانہ اجتماع میں منظر عام پر آئی۔

"**طریقت توحیدیہ**" سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ حضرات کے لیے دو ٹوک الفاظ میں لکھا جانے والا ہدایت نامہ ہے جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منشور اور آئین کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تنظیمی اور عملی سلوک کے ہر پہلو کا مکمل احاطہ کرتے ہوئے ایک ضابطہ مقرر کرتی ہے۔ جس پر عمل کرنا سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ ہر فرد پر لازم ہے۔

آپؒ نے اپنی کتاب "حقیقت وحدت الوجود" اس وقت لکھی جب آپ گلبرگ لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں سالانہ اجتماعات کے موقع پر دیئے جانے والے گیارہ خطبات کو "**چراغِ راہ**" کی صورت میں اکٹھا کر دیا۔

۶۸/ ۱۹۶۷ء میں آپؒ بیمار ہوئے۔تو آپؒ نے خط اور ملاقاتیں منع فرما دیں۔ ایک اجتماع صحت یاب ہونے کی خوشی میں نوشہرہ ورکاں میں منعقد کیا گیا۔یہ اجتماع سالانہ اجتماعات کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت منعقد ہوا۔اس موقع پر آپؒ نے درود شریف روزانہ ایک ہزار مرتبہ (۱۰۰۰) پڑھنے کا حکم دیا۔آپؒ نے کہا کہ ''مجھے کشف کیا گیا ہے کہ درود شریف پڑھیں۔ورنہ خالی تو حید سے تنگ دستی اور امراض کا ہجوم رہے گا''

سب مریدینِ سلسلہ کو خط کے ذریعے سرکلر کی صورت میں مطلع کر دیا گیا کہ ''کوئی چھوٹا سا درود شریف چن لو اور روزانہ ایک ہزار مرتبہ پڑھو۔''

آپؒ کے خطوط سے یہی پتہ چلا کہ آپؒ خود بھی ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ''پڑھتے اور یہی درود شریف بھائیوں کو بھی تلقین فرماتے تھے۔

**آخری ادوار:** عمر کے آخری حصہ میں آپؒ کی سماعت کافی متاثر ہوگئی۔ذرا اونچا سنتے تھے۔ جسمانی اور ذہنی کمزوری بھی ہوگئی۔آپؒ کے کولہے کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔آپؒ میو ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے،یہاں مریدینِ سلسلہ عالیہ تو حیدیہ ڈیوٹی دیتے تھے۔

آپؒ کی کولہے کی ہڈی کا جوڑ برطانیہ سے منگوایا گیا مگر تکلیف رہتی تھی۔زخم میں پَس پڑ جاتی جسے نکالنے کے لیے ڈاکٹر آتا۔آپؒ ایک سائیڈ پر بیٹھ جاتے،ڈاکٹر پَس وغیرہ دبا کر نکالتا اور قینچی وغیرہ سے صاف کرتا جس کے بعد آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے۔ڈاکٹر آپ کے کمال درجہ صبر اور برداشت پر حیران رہتا۔

**وصیت:** ملتان میں ہونے والا ۱۹۷۵ء کا سالانہ اجتماع آپؒ کی زندگی کا آخری مکمل سالانہ اجتماع تھا۔اس میں آپؒ نے اپنا آخری خطبہ پڑھا۔اس کے بعد آپؒ نے ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء کو اپنی تفصیلی وصیت پر دستخط کیے۔یہ وصیت آپؒ کے حکم پر رستم ایس سدھو نے مرتب کی۔

**وفات:** رات بارہ بجے جب دسمبر کی ۳۱ تاریخ بدل کر یکم جنوری ۱۹۷۷ء شروع ہوا تو اس وقت راقم الحروف آپؒ کے پاؤں کے تلووں کی مالش کر رہا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ ''کسی نے کہا تھا کہ آپؒ کی عمر تراسی (۸۳) سال ہوگی، میری عمر تراسی سال تو ہو گئی ہے۔ میں نے ایک قبر دیکھی تھی، اسی وقت سے بیمار ہوں۔ یہیں تھی، میں نے دیکھی، اس کے اندر چلا گیا، بڑی Decorated تھی۔''

محمد صدیق ڈار صاحب نے کہا ''باباجی! آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔''

آپؒ نے فرمایا کہ ''فقیر کا پردہ نہیں رہا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ جانا ہی چاہیے۔ ذرا خاموشی کے بعد پھر فرمایا: خدا کی قسم! میں نے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی۔ سب کچھ بتا دیا ہے بلکہ لکھ دیا ہے، اب مجھے رکھ کر کیا کرو گے۔ آپؒ نے ۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو ظہر سے پہلے وفات پائی۔

## تجہیز و تکفین:

آپؒ کو ۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو رات کے وقت غسل دیا گیا۔ مولوی محمد یعقوب صاحب اور میاں مختار صاحب غسل دینے والے تھے۔ مولوی امین صاحب ہدایات دیتے اور یہ دونوں حضرات غسل دیتے۔ نمازِ جنازہ اگلے دن ظہر کے بعد ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ سے پہلے بہت بارش ہوئی۔ جب آپؒ کو دفن کیا جا رہا تھا اس وقت بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

## مجددانہ کاوشیں:

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تعلیمات تصوف کی تجدید فرمائی۔ آپؒ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے جو آپؒ سے قبل تصوف کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتے۔ آپؒ کی تصانیف تعمیر ملت، چراغِ راہ، حقیقتِ وحدت الوجود اور طریقتِ توحیدیہ آپؒ کی زندگی کا نچوڑ اور تعلیمات تصوف کا شاہکار ہیں۔ ذیل میں مختصراً مجددانہ کاوشوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

## روحانی سلوک:

آپؒ فرماتے ہیں کہ ''دوسرے سلسلوں کی معراج اور آخری منزل کشف وکرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔''

دیدارِ باری تعالیٰ کا تصور تو تاریخ انسانی یا تاریخ تصوف میں کوئی نئی بات نہیں۔ چند اکابرینِ تصوف اور دیگر ہستیوں کو دیدارِ باری تعالیٰ ہوا۔ اس کا ذکر کتبِ تاریخ وتذکرہ میں کسی نہ کسی انداز سے مل جاتا ہے۔ آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے روحانی سلوک کی معراج ''ذاتِ بحت کا دیدار'' کو قرار دے کر تصوف کی تجدید کی۔ اس سے پہلے کسی بزرگ نے اجتماعی سطح پر ذاتِ بحت کے دیدار کے حصول کی بات تک نہیں کی۔ اجتماعی سطح پر ذاتِ بحت کے دیدار کے حصول کا تصور تاریخ تصوف میں ایک نئے باب کا آغاز ہے۔

## اسلوبِ انبیاء پر تنظیم توحیدیہ:

اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء بھیجے سب انسانیت کو شرک وگمراہی سے نکال کر خالص اللہ کی بندگی کی طرف تعلیم دیتے تھے۔ انبیائے کرامؑ کے بعد امتِ مسلمہ کو امتِ وسطیٰ کہہ کر یہ ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی ہے۔ حالاتِ حاضرہ کی بڑھتی ہوئی ابتر صورتِ حال کے پیشِ نظر علمائے کرام اور صوفیائے عظام پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

آپؒ نے تصوف کی اسی انداز پر ترویج وتنظیم کی جس انداز پر رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ آپؒ نے اپنے سلسلہ کو تمام وقتی آلائشوں سے پاک کر کے قرآن وسنت کی روشنی میں اسی طریقہ کار پر منظم کیا جس سے انسان انسانوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں آ جائیں۔ جہاں ایمانیات پر کماحقہٗ یقین محکم ہو اور عملی میدان میں پایۂ استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئے۔

## صحوی تصوف کی تعلیم:

آپؒ نے "صحوی تصوف" کو اپنایا اور اس کی تعلیم کو عام کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ تصوف خفتہ (سکری تصوف) انسانیت کی افیم ہے۔ خفتہ تصوف والے انداز سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مذہب اور ایمانیات کے بارے میں بھی یہ انسان کیوں؟ کیا؟ کیسے؟ جیسے سوالات اٹھاتا ہے۔ بڑے بڑے مفکرین اور علمائے دین ایسے انسان کو لاجواب تو کر سکتے ہیں مگر کسی طرح سے بھی اندرونی طور پر مطمئن نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ملحد اور بے دین نہ بھی ہوں تو کم از کم ان کا ایمان متزلزل ضرور ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں میں سے اکثر روحانیت کے طالب بھی ہوتے ہیں اور تصوف کے ذریعے اپنے سوالات کا جواب حاصل کر کے مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی اکثریت علوم جدیدہ سے عدم واقفیت کی وجہ سے ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی تسلی نہیں کر پاتی۔ ایسے افرادِ معاشرہ کو نا قابلِ اصلاح قرار دے کر کافر اور بے دین ہونے کے لیے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

آپؒ نے ایسے ہی متلاشیانِ حق کو تصوف سے آشنا کر کے اللہ کا راستہ دکھانے اور ان کے قلوب کو جگمگانے کے لیے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ آپؒ ایسے لوگوں کی ذہنیت، نظریات، اندازِ فکر اور طرزِ استدلال سے بخوبی واقف تھے اور ظاہری و باطنی دونوں طرح سے ان کی تسلی کر سکتے تھے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ سلسلہ مغربی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔" مگر خوب ٹھوک بجا کر اور کافی عرصہ تک طالب رہنے کے بعد۔"

## غیر روایتی تنظیم سلسلہ:

تعلیمات تصوّف ہمیشہ سے ایک روایتی انداز میں چلی آ رہی تھیں، جس میں روحانی پیشوا ایک سجادہ نشین یا گدی نشین ہوتا تھا۔ ایک ہی سلسلہ میں ایک روحانی پیشوا کے بعد یا اس کی زندگی میں ہی اس کے کئی خلفاء اس کی تعلیمات کو پھیلاتے تھے۔ ہر خلیفہ بذاتِ خود روحانی پیشوا ہوتا تھا اور اپنے ہاتھ پر لوگوں کو بیعت کر کے مرید کرتا۔ چونکہ ہر بزرگ کا ایک خاص رنگ

ہوتا ہے اس لیے ایک ہی روحانی سلسلہ کے لوگ جو کہ مختلف خلفاء کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ان کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا۔ یہ تضادات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے چلے جاتے تھے۔

آپؒ کے وضع کردہ ضابطہ کے مطابق صرف ایک ہی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ ہوتا ہے۔ مجازین کرام کا اصلاحی کام تو دوسرے سلاسل کے خلفاء کی طرز پر ہوتا ہے مگر یک رنگی اور مرکزیت کے پیشِ نظر سب کا رجوع ایک ہی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیے سلسلۂ توحیدیہ میں روایتی انداز سے پیدا ہونے والے انتشار کی بجائے ایک غیر روایتی تحریکی انداز اپنا کر استحکام پیدا کیا گیا ہے یہ اندازِ تنظیم سازی تصوف میں پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔

## وراثتی گدی نشینی کا تدارک:

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں جانشین کے تعین کے لیے آپؒ نے ایک ایسا لائحہ عمل وضع کر دیا ہے کہ جس میں شیخ سلسلہ کا منصب کسی طرح بھی وراثتی گدی نہیں بن سکتا۔ آپؒ نے جانشینی کے لیے یہ ہدایت تحریر فرمائی کہ "شیخ" کو چاہیے کہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار مثلاً بیٹے بھتیجے، بھانجے یا پوتے، نواسے وغیرہ کو اپنا جانشین ہرگز نہ بنائے۔ خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں نہ ہو ایسا کرنے سے حلقہ ایک وراثتی گدی نہ بننے پائے گا۔"

**جاہلانہ رسوم کا خاتمہ:** وقت کے ساتھ ساتھ جاہلانہ رسومات اور گمراہ کن عقائد تعلیماتِ تصوف کا لازمی جزو بن گئے ہیں کہیں انسان اور کہیں مدفن حضرات حاجت روا اور مشکل کشا تصور کیے جا رہے ہیں۔ زندہ بزرگ مختلف انداز سے اپنے آپ کو سجدے کرا رہے ہیں یا قبروں پر مُردوں کو پوجا جا رہا ہے۔ اس پوجا اور پرستش کے انداز بھی جاہلیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ستم در ستم یہ کہ ایسا کرنے والے صرف جاہل اور گنوار ہی نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ بھی ہوتے ہیں۔ مریدوں سے نہ صرف زندہ پیروں بلکہ وفات یافتہ بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرائے آپؒ نے پیر اور مرید کا تعلق عقیدت، ادب اور فرماں برداری کے اصولوں پر قائم کیا۔

ان کی وضاحت میں شریعت کے ضابطوں کا خاص خیال رکھا۔ اپنے طریقۂ تصوف کی بنیاد ہی ''توحید'' پر رکھتے ہوئے اس نسبت سے ''توحیدیہ'' نام رکھا ہے تا کہ روزِ اول سے ہی کسی شرک کی گنجائش باقی نہ رہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی کے لیے اپنے سلسلہ میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ اس سلسلہ میں شیخ سلسلہ سے مریدین کا عمومی رشتہ ایک استاد اور شاگرد کی نوعیت کا ہے۔

**زندہ معاشرتی تحریک:** آپؒ سستی اور کاہلی کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔ تمام افراد معاشرہ کو ہر طرح سے متحرک دیکھنے کے خواہاں تھے۔ اپنے سلسلہ توحیدیہ میں بھی متحرک رہنے کے لیے ایک طریقہ بیان فرمایا کہ ''ہمارے سلسلہ میں سستی اور بے کاری سے بچنے کے لیے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی عمل میں مصروف رہو اور کچھ نہ کر سکو تو تعلیم میں ترقی کرو اور ایم۔ اے تک امتحانات پاس کرتے چلے جاؤ۔ یا کوئی ٹیکنیکل کام اور ہنر سیکھو۔

**اتحادِ امت:** اُمتِ مسلمہ تو آج اَن گنت فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے ہر فرقہ خود کو ٹھیک اور باقی سب کو کفر و الحاد پر مبنی قرار دیتا ہے۔ آپؒ نے ہر طرح کے گروہی، فرقی تفریق کو ختم فرمایا۔ آپؒ تو اتحادِ امت کے اس قدر خواہش مند تھے کہ دیگر فرقوں کے حق و باطل تو اپنی جگہ ائمہ اربعہ کے پیروکاروں میں تفریق بھی گوارا نہ تھی۔ فقہی مسائل اور فروعی تضادات کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق اعتدال پر لائے۔ آپؒ امتِ مسلمہ کو صحیح معنوں میں امتِ وسطیٰ دیکھنا چاہتے تھے۔

# نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

**مرتب:** سید رحمت اللہ شاہ

لاہور نشاط کالونی میں بابا جانؒ کی موجودگی میں حلقہ ذکر ہوا۔ اس کے بعد بابا جانؒ فرمانے لگے:

''جس نے سگریٹ وغیرہ پینا ہے تو پی لے۔ ایسا نہ ہو کہ یہاں ڈر کے بیٹھے رہو کہ ابھی ذکر ہوا ہے اس لئے اب سگریٹ نہیں پینا۔ جو پیتے ہیں، پئیں۔ ایک بھائی نے کہا کہ میں ذرا باہر چل کے پی لوں۔ بابا جانؒ نے فرمایا کہ نہیں نہیں ادھر ہی۔ بھائی نے کہا کہ بابا جی کمرا بند ہے۔ بابا جانؒ نے کہا کہ چلو جی! فرمانے لگے کہ بابا جیؒ (بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) فرماتے تھے کہ سگریٹ بھی پی سکتے ہو۔ لکھا بھی ہے کہ چائے پیو، سگریٹ پیو، خوب گپ شپ لگاؤ۔ یہ دوست احباب کا حلقہ ہے۔ پیری مریدی کا نہیں ہے۔ یہ دوست احباب ہیں سب۔ ایسا نہیں ہے کہ التحیات میں بیٹھ جاؤ۔ ادب احترام ہو اور خوب بن کے بیٹھے ہوں۔

بابا جیؒ کی محفل میں سگریٹ پی رہے ہیں۔ لطیفے بھی سنا رہے ہیں۔ قہقہے بھی چل رہے ہیں ترمذی صاحبؒ بڑے لطیفے سُنایا کرتے تھے۔ بابا جیؒ ان لطیفوں کو Repeat بھی کرتے تھے کہ آج ترمذیؒ نے مجھے یہ سُنایا ہے۔

ترکی میں وہاں ملا نصیرالدین کے لطیفے چلتے ہیں جیسے ہمارے یہاں شیخ چلی کے لطیفے ہیں مُلا ایک قبر پر بیٹھا زار و قطار دھاڑیں مار کے رو رہا تھا۔ دوست گزرے تو پوچھا کہ ملا کیا بات ہے، کیوں رو رہے ہو؟ کس کی قبر ہے؟ ماں کی ہے؟ بیٹے کی ہے؟ دادے، دادی کی ہے؟ چاچا، چاچی کی ہے؟ انہوں نے سارے رشتے گنوائے۔ (ملا) کہتا ہے کہ نہیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ پھر روتے کیوں ہو؟ سارے رشتہ دار پوچھ ڈالے۔ یہ ان کی قبر نہیں۔ (ملا) کہتا ہے کہ میری بیوی کے

پہلے خاوند کی قبر ہے۔اس کی جان کو رو رہا ہوں کہ آپ خود تو مر گیا ہے اور اپنی مصیبت میرے گلے ڈال گیا ہے۔(قہقہے........)۔آپ مر گیا ہے،اب میں اس کی جان کو رو رہا ہوں۔

اتنی دیر میں باباجیؒ آ گئے۔بھائیوں نے کہا!باباجی ابھی ڈار صاحب نے ایک لطیفہ سنایا ہے کہا سُناؤ۔میں نے سنا دیا۔بڑے ہنسے کہ بڑا اچھا ہے۔آج کل میں شادیوں کے خلاف بول رہا ہوں۔یہ لطیفہ بھی سنایا کروں گا۔۔شادی نہیں کرنی چاہیے ایک کے بعد دوسری۔بچے پالنا بھی بڑی مصیبت ہے۔کبھی یہ ہو گئی،کبھی وہ ہو گئی۔بندہ نہ ہی کرے۔فرمانے لگے کہ یہ بات بھی اب میں سنایا کروں گا۔

اس وقت گپ شپ لگتی تھی تو خوب رونق لگ جایا کرتی تھی۔ایک وہ لطیفہ سنایا کرتے تھے جو''گاڑی سے اُتار دیا''والا ہے۔'**فرمودات فقیر**' میں بھی لکھا ہے۔ایک سِکھ تھا۔اس نے گاڑی میں Booking کرائی اور گارڈ سے کہا کہ میرا اسٹیشن آئے تو مجھے اتار دینا۔بے شک میں گالیاں دوں۔میں رئیس آدمی ہوں،مجھے معاف کرنا،جب میرا اسٹیشن آئے مجھے اتار دینا۔اسٹیشن آیا،گزر گیا۔گاڑی کتنی آگے چلی گئی تو اس(سکھ)نے گارڈ کو جا کے پکڑ لیا کہ تیری ایسی تیسی۔میرا لاکھوں کا نقصان ہو گیا۔میرا کام کاج،کاروبار خراب ہو گیا۔تم نے مجھے اتارا نہیں۔وہ سکھ گالیاں دیے جا رہا تھا۔اسٹیشن پر گاڑی کا عملہ بھی اکٹھا ہو گیا۔لوکل عملہ بھی آ گیا اور کئی لوگ اکٹھے ہو گئے۔گارڈ چپ تھا۔کسی نے کہا کہ عجیب آدمی ہے۔گالیاں کھائے جا رہا ہے۔تو کہہ دے کہ یاد نہیں رہا۔غلطی ہو گئی۔خواہ مخواہ گالیاں کھائے جا رہے ہو۔گارڈ نے کہا کہ اس نے کیا گالیاں دی ہیں۔گالیاں تو وہ دے رہا ہو گا جسے میں دھکے سے وہاں اتار آیا ہوں۔وہ کہتا رہا کہ میں نے نہیں اترنا۔ اس نے بڑی گالیاں دیں۔مگر میں نہیں رکا۔اسے اتار ہی دیا۔اس کا بستر اٹھا کے پھینکا اور کہا کہ تمہیں اتار کے ہی جانا ہے۔اس نے کیا گالیاں دی ہیں۔گالیاں تو وہ دے رہا ہو گا۔باباجیؒ یہ لطیفے سناتے تھے تو بڑا مزا آتا تھا۔Repeat کر کے سناتے تھے۔فقیر کی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔یہ بھی لکھنی چاہئیں کہ ہمارا رنگ کیا ہے۔

ہمارے بزرگ بھائی جمیل مرزا صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایسے ہی ایک دفعہ خوب گپ شپ ہو رہی تھی۔ اس رات بابا جیؒ جو کہہ رہے تھے ویسا ہوا۔ مجھے بھی انہوں نے کہا کہ تمہارے ہاں ایک بیٹی ہوگی۔ میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ اسی رات مجھے بابا جانؒ نے یہ بھی کہا کہ تمہاری بیٹی ہوگی تم اس کا نام عظمیٰ رکھنا۔ تو میری یہ بیٹی ہوئی جو عظمیٰ ہے۔

ہمارے بھائی نے کہا کہ بابا جی میرے لیے دُعا کریں! بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے فرمایا؛ اب آئے ناں۔ (بھائی نے کہا کہ) اللہ مجھے گھر دے دے۔ پہلے آپ نے دعا مانگی تھی میری گاڑی کے لئے تو میں نے گاڑی لے لی ہے۔ اب گھر بھی مل جائے۔ بابا جانؒ نے کہا کہ یہ تو تم نے الٹی دعا منگوائی۔ سب پہلے گھر مانگتے ہیں پھر گاڑی کا کہتے ہیں۔ (مزاح)۔ فرمایا کہ کرو جی ان کے لئے دعا سب۔

دعا کے دوران جناب محمد جمیل مرزا صاحب نے ایک دعا کے لئے کہا۔ وہ بھی دعا ہوگئی۔ اسی دوران ہمارے ایک اور بھائی نے بارش کے لئے دعا کا کہا مگر بابا جانؒ دعا ختم کر چکے تھے۔ بابا جانؒ فرمانے لگے کہ بس کرو یار! دعا۔ ابھی سردی لگی ہے۔ سارے گھر بھی پہنچ جائیں۔ (مزاح)۔ بابا جانؒ نے (پنجابی میں ایک) لطیفہ سنایا؛ ایک سکھ نے کہا۔ اوئے لڑکے، چار سال کالج میں ہو آئے ہو! کیا پڑھ کے آئے ہو۔ اس (لڑکے) نے آگے جواب دیا کہ باباجی میں BA پڑھ آیا ہوں۔ اس (سکھ بابا) نے کہا؛ دُر فٹے منہ۔ چار سال میں دو ہی لفظ انگریزی کے پڑھے ہیں، وہ بھی الٹے۔ اوئے AB ہوتا ہے، تو BA کہتا ہے۔ چار سال میں دو ہی لفظ پڑھے اور وہ بھی الٹے۔ BA پڑھ کے آیا ہے چار سال میں۔

آپ بھی الٹی ترتیب سے چلتے ہیں۔ گاڑی پہلے، مکان بعد میں۔ چلو جی اچھا ہے، گاڑی کے مطابق گھر ملے گا۔ حلقہ ایک ادھر ہوگا۔ یہ تو ہونا ہی ہے ایک دن۔ جیسے رسالدار صاحبؒ کا کہتے ہیں ناں کہ چائے تیار پلاؤ گے۔ دعا مانگتے تو اس سے پہلے کہتے کہ چائے تیار پلاؤ گے؟ آگے بندہ کہتا کہ ہاں پلاؤں گا تو فرماتے کہ پتا بھی ہے کہ چائے تیار کیا ہوتی ہے؟ بندہ کہتا نہیں جی۔ فرماتے کہ ایسے ہی کہہ دیا؟ چائے تیار کا مطلب ہے گوشت پکے گا تو ہر قسم کا

گوشت اس میں ہوگا۔ چاول بھی ہر قسم کے پکیں گے، نمکین، میٹھے، روکھے مصالحے دار۔ فروٹ بھی ہر قسم کے ہوں گے۔ سارے فروٹ ہوں گے۔ ساری مٹھائیاں ہر قسم کی ہوں گی۔ اور ساتھ چائے ہوگی۔ اسے کہتے ہیں چائے تیار۔ وہ (رسالدار محمد حنیف خان صاحبؒ) بتاتے تھے کہ ایسے ہوتی ہے چائے تیار۔

مکان کی دعا ہوگئی تھی۔ راقم نے قبلہ باباجانؒ سے پوچھا کہ مٹھائی تو کھا سکتے ہیں ایڈوانس یا نہیں؟ باباجانؒ فرمانے لگے کہ کھا سکتے ہیں۔ یہ تو ایڈوانس میں چلتی ہے۔ بوریوالہ سے ایک بچے نے خط لکھا اور دعا کا کہا کہ BA میں انگلش پاس نہیں ہو رہی، آخری موقع ہے۔ میں نے دعا کی اور لکھا کہ تم پاس ہو۔ اس نے پوچھا کہ ایڈوانس مٹھائی کھلا دوں؟ میں نے کہہ دیا کہ کھلا دو۔ اس نے مٹھائی کھلائی۔ ان کے ہاں حلقہ ہوتا تھا۔ ایک اور پیپر آئے۔ باقی لوگوں نے ان سے دعا کرائی، سب کے سب فیل ہو گئے۔ صرف وہ ایک پاس تھا۔ اس نے خط لکھا اور بتایا کہ میں نے سب سے کہا کہ تم مجھے اپنی دعا میں شامل نہ کرو۔ میں نے ڈار صاحب سے دعا کرائی تھی اور اس کی وہ مٹھائی کھلائی تھی جب انہوں نے مجھے کہا کہ تم پاس ہو۔ اس لیے میں پاس ہوں۔ مجھے تم اپنی دعا میں شامل نہ کرو۔ تم تو سب دعا کرا کے فیل ہو گئے ہو۔

باباجیؒ (بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) بھی فرماتے تھے کہ جب بچے گولیاں کھیلتے ہیں تو انہیں اس گولی کا ہاتھ سے نکلتے ہی پتا لگ جاتا ہے جو نشانے پر لگتی ہو ایسے ہی دعا کا بھی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ دعا کا دعا مانگتے ہوئے ہی پتا چل جاتا ہے کہ یہ ٹھیک نشانے پر بیٹھ رہی ہے۔ اس لیے ایڈوانس مٹھائی کی بات بھی کی جا سکتی ہے۔ اس طرح ایڈوانس میں بھی اکثر کام ہو جاتے ہیں۔

ایک بھائی نے اپنے ساتھ آنے والے مہمان کا تعارف کرایا اور بتایا کہ میں نے ان سے کہا ہے کہ ذکر پر آ جایا کریں۔ باباجانؒ نے فرمایا: ہاں جی! اس سے اچھی کوئی بات نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ جنت کے باغوں میں جایا کرو تو خوب چرا کرو۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ

جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔ جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ جنت کے باغ ہیں وہاں خوب سیری حاصل کیا کرو۔ وہاں سیلاب آجاتا ہے اللہ کے نور کا اور پیار کا۔ ان میں خوب جا کے کھل کے ذکر کرو اور خوب سیر ہو کے آؤ۔ ڈھونڈو جہاں بھی ذکر ہوتا ہے۔ جیسے فرشتے پہنچتے ہیں جہاں بھی اللہ کا ذکر ہو وہاں وہ پہنچ جاتے ہیں کشش سے۔ جن کے دل میں اللہ کا پیار ہوتا ہے وہ اللہ کے ذکر سے اسی طرح محبت کرتے ہیں۔ جہاں بھی ہو پہنچ جاتے ہیں۔ دلوں کی حیات اسی سے ہے یہ زندگی ہے۔ روح کی غذا یہ ہے نہ کہ موسیقی کہ ڈھول کو غذا اپنا لیا جائے۔ اصل روح کی غذا یہ ہے اللہ کا ذکر۔ خود بھی کرو۔ ذکر کی محفلیں بھی Attend کرو۔ وہاں سے غذا ملے گی۔ یہ جاگ اُٹھے گا۔ سفر شروع ہو جائے گا۔ جیسے یہ ہے؛

**الف اللہ چمبے دی بُوٹی مرشد من میرے وچ لائی ھُو**

وہ چمبے کی بوٹی مرشد دل میں لگا دیتا ہے پھر یہ ہے کہ اس کو پانی دینا ہے۔

نفی اثبات دا پانی ملیا۔۔۔ اب روز ایک گھیڑا لگاتے ہیں۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا۔

اب روزانہ اسے پانی لگانا ہے۔ اسی سے ہی اس کی پرورش ہو گی۔

**اندر بُوٹی مُشک مچایا، جاں پھُلن نوں آئی ھُو**

وہ اللہ کے پیار کی بُوٹی لگا دیتا ہے تو اسی سے اللہ کی رحمت سے، اللہ والوں کی صحبت سے، اس کی حرارت سے یہ بڑھتی ہے جیسے سورج کا ہے کہ نباتاتی حیات اس پر Depend کرتی ہے۔ روحانی دنیا کا حضور ﷺ کو بھی فرمایا کہ آپ ﷺ سورج ہیں۔

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (سورۃ الاحزاب ۳۳۔آیت ۴۶)

آپ ﷺ کو ہم نے روشن سورج بنا کر بھیجا ہے۔

## قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام: چوہدری محمد حسین

مورخہ: 09.06.2003

السَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ !

میں نے آج تک بھائیوں پر تعمیر مرکز کیلئے حکماً کوئی فنڈ مقرر نہیں کیا، حالانکہ قبلہ حضرتؒ کی نظیر ہمارے سامنے ہے کہ آپؒ نے سب بھائیوں کو ایک ایک تنخواہ کے برابر رقم کچھ عرصہ میں جمع کرانے کا حکم دیا تھا جو ہم سب نے الحمدللّٰہ جمع کرائی۔ اس مرکز کیلئے بھی بھائیوں کے مشوروں کے باوجود میں نے مناسب نہ جانا کہ پابندی لگائی جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ اپنے فضل سے پورا کرہی دے گا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اتنا بڑا کام اس کے فضل سے پورا ہوگیا لوگ اس پر حیران ہیں اور اغیار بھی، اسے اللّٰہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا نشان گردانتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں اب ضروری ہوگیا ہے کہ بھائی ذرا سرگرمی دکھائیں۔ احباب سے مشاورت کے بعد ایک سرکلر جاری ہوگا، جس میں صاحبِ حیثیت سب بھائیوں سے اکتوبر، نومبر تک خصوصی تعمیر فنڈ کیلئے اپیل کی جائے گی، تا کہ اس طرح کچھ بوجھ کم ہو جائے۔ بیرون ملک برادران سے خاص طور پر تعاون کیلئے کہا جائے گا کہ ان کیلئے کوئی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اُمید کامل ہے کہ ہر مشکل کی طرح یہ مشکل بھی آسان ہو جائے گی۔

صرف تین بھائیوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا، گزشتہ مہینے بھی ایسی ہی کیفیت رہی ہے یہ حالت بلکہ حالت زار کسی صورت قابل قبول نہیں۔ اسلام آباد مرکز پاکستان کے محوری حلقہ جسے برکت کیلئے ہم بھی پہلی پوزیشن میں لکھتے ہیں، اس کا کارکردگی میں اوّل نمبر کی ہونا چاہیے۔ اچھے اچھے بزرگ بھائیوں کے اس حلقہ کو تو دوسروں کیلئے مثال بننا چاہیے۔ اگر کوئی بھائی صاحب حیثیت ہوتے ہوئے اس میں حصہ نہیں لیتا تو آپ ایسے بھائیوں کے نام مجھے لکھیں، اس تفصیل کے ساتھ کہ وہ کب سے حلقہ فنڈ نہیں دے رہے، آپ کے فرائض منصبی میں شامل ہے،

اسے شکایت یا غیبت قرار نہیں دیا جاتا۔ اسلام آباد کے حلقہ والے تو سارے ہی ماشاء اللہ کھاتے پیتے ہیں تو اللہ کے نام پر اور اسلام کی اشاعت کے مشن کیلئے بھی حسب ہمت خرچ کرنا چاہئے۔ سب بھائیوں کو صورت احوال سے آگاہ کر کے سرگرم عمل ہونے کو کہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار جیسے عظیم مقاصد کے طالبوں کیلئے سستی اور غفلت ہرگز روا نہیں۔ سب بھائیوں سے رابطہ کر کے ان کے ردِّ عمل سے آگاہ کریں اور مجھے فنڈ کی بابت فرداً فرداً سب کی رپورٹ بھیجیں۔ اگر مرکز تعمیر ملت سے توحید یہ مشن کو چلانا نہیں تھا تو مجھے کیوں یہاں بیٹھایا!!! والسلام

مورخہ: 15.06.1994

السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله!

آپ کا دوسرا طویل خط بھی موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی۔ میرا مقصد بھی یہ تھا کہ قبلہ حضورؒ کی تعلیم تو مزاج خانقاہی کے سراسر خلاف ہے، اس کا رنگ ڈھنگ اس کی تعلیم اس کی منہج بالکل سنت رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہے۔ ہر بھائی کو دُنیوی بہتری کیلئے کام کرنے اور اپنی دُنیوی حالت بہتر بنانے اور مزید علمی صلاحیت حاصل کرنے کے واضح احکام تعلیم کا جزو ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے ہمارے سارے بھائی ہر فیلڈ میں اور ائیر فورس کی سروس میں ہر برانچ میں نمایاں رہے اور یہ سب باباجیؒ کی تصوّف بیدار کی تعلیم کا اثر تھا۔ سیاست میں بھائیوں کو حصہ لینے سے ہرگز نہیں روکا گیا، اگرچہ بحیثیت جماعت ہماری تنظیم غیر سیاسی ہے، لیکن ہمارے بھائی اپنے طور پر سیاست میں حصہ لیکر اللہ کی توفیق سے ملکی خدمت میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے موجودہ حالات میں یہ اچھی پالیسی ہے۔ آپ مطلوبہ معیار کے آدمی تیار کر کے ہر فیلڈ میں بھیجتے جائیں۔ اللہ کرے کسی کو خدمت کرنے کا موقع مل جائے تو سبحان اللہ! مولانا مودودی صاحبؒ کی جماعت نے جب سیاسی بننے کا فیصلہ کیا تو امین احسن اصلاحی، کوثر نیازی، ارشاد حقانی، صلاح الدین وغیرہ کئی اکابر نے اس پالیسی سے اختلاف کیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ پاکستان عوامی تحریک

کے قائد حضرت طاہر القادری صاحب بھی سیاست سے تائب ہوکر واپس اصلاح کی فیلڈ میں آ گئے ہیں ۔پالیسیاں بدلتے رہنا اور قلابازیاں کھانا اچھی لیڈر شپ نہیں کہلاتی ۔ہم نے ایک راہ کا سوچ سمجھ کر انتخاب کیا ہے اسی پر زور شور سے عمل کی ضرورت ہے ۔اگر ہماری جماعت کو موجودہ بحران سے دوچار نہ ہونا پڑتا اور ہم مشنری جذبے سے کام کرتے تو اللہ کی نصرت سے ملک کی کثیر آبادی کو اپنا ہم خیال بنا سکتے تھے ۔یہی کامیابی کی ضمانت ہے ۔پھر بھی آپ جس لائن پر سوچ رہے ہیں وہ مثبت ہے ۔آپ ہم خیال جماعتوں سے رابطہ مہم کو آگے بڑھانے کے بارے میں عملی اقدام کریں اور مرتضٰی صاحب کی واپسی پر آپ دونوں یہاں تشریف لائیں تاکہ بالمشافہ بات چیت ہو سکے ۔بھائیوں کو سلام ۔

مورخہ: 17.11.1993

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

آپ کے ہاں الحمد للّٰہ اب حلقہ ذکر ہو رہا ہے،اس لئے توحید کے مشن کو پھیلانے کیلئے ساری توانائیاں صرف کردیں ۔سلسلہ کی تعلیم زیادہ سے زیادہ لوگوں تک زبانی اور تحریری طریقوں سے پہنچانے کی کوشش کریں کہ لوگوں کو توحید،نماز،اخلاق اور اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے رہیں ۔ اللہ کریم ضرور مدد فرمائیں گے ۔اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔'' (سورہ الصّف)

یہ بھی فرمایا کہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔(سورۃ محمد:۷) لوگوں کو اللہ کی راہ پر لا کر ان کی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لئے کام کرنا ۔اُس کی مخلوق کی خدمت کرنا ہی سب سے بڑی عبادت اور نیکی ہے اور یہی اللہ کی مدد ہے ۔ہر بھائی کو کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے کسی دوست اور واقف کار کو حلقہ ذکر میں شامل ہونے کی تلقین کرے اور کوشش سے ساتھ لائے ۔اللہ کام کرنے والے بندوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی تائید و نصرت سے نوازے اور اپنی توحید کی تعلیم کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

# نماز کی روح

(حُجّۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالیؒ)

ہر نماز اور ہر ذکر کیلئے ایک خاص روح ہے وہ نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے بے جان آدمی! اور اگر وہ تو ہو لیکن آداب کی رعایت اور لحاظ نہ ہو تو پھر مثال یوں ہوگی جیسے کسی کی آنکھیں نہ ہوں اور ناک کٹ گئی ہو اور اگر نماز کے ارکان وغیرہ تو پورے ہوں لیکن روح اور حقیقت نہ ہو تو وہ نماز ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کی آنکھ تو ہو لیکن بصارت سے محروم! کان ہوں، پر سماعت ندارد۔

نماز کی روح یہ ہے کہ ابتداء سے آخر تک خشوع کا اہتمام ہو اور حضوری قلب پر قائم رہے اس لئے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا اور یادِ الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم و ہیبت کا لحاظ و اہتمام ہی نماز کا اصل ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہت ایسے ہیں کہ جنہیں نماز سے رنج و درماندگی کے سوا کوئی چیز نصیب نہیں ہوتی اور اس کا سبب ان کے دل کی غفلت ہے کہ وہ محض بدن سے نماز پڑھتے ہیں، دل غافل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کی نماز کا چھٹا یا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور بس۔! یعنی ان کی نماز بس اسی قدر لکھی جاتی ہے جس میں حضورِ قلب ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز ایسے پڑھو جیسے کوئی کسی کو رخصت کرتا ہے یعنی نماز میں اپنی خواہشات بلکہ ہر ماسوٰی اللہ کو اپنے دل سے رخصت کر دے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر نماز میں مصروف کر دے۔ حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ باتوں میں مشغول ہوتے تھے، جب نماز کا وقت آجاتا یعنی اذان ہوتی تو آپ نہ مجھے پہچانتے نہ میں آپ ﷺ کو۔ یعنی نماز کا وقت ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت ہم پر طاری ہو جاتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز میں آدمی کا دل غافل ہو، اللہ تعالیٰ اس کی

طرف دیکھتا بھی نہیں۔حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہؓ جب نماز کا ارادہ کرتے تو بدن پر کپکپی طاری ہوجاتی اور رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ ''جسے نماز میں خشوع حاصل نہیں اس کی نماز ہی نہیں'' اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں حضوریٔ قلب نہ ہو وہ اللہ کے عذاب کے زیادہ قریب ہے۔سستی اور غفلت کے ساتھ حاضر ہونے والے پر زیادہ سختی اور شدت ہوتی ہے،اس کی بہ نسبت جو بالکل ہی حاضر نہ ہو۔حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ ''جو شخص نماز میں بالا رادہ دیکھے کہ میرے دائیں بائیں کون کھڑا ہے،اس کی نماز نہ ہوگی''۔حقیقی معنوں میں اصل نماز وہی ہے،جس میں ابتداء سے آخر تک دِل حاضر رہے اور جس نماز میں فقط تکبیر اولیٰ کے وقت دل حاضر ہو اس میں رتی بھر سے زیادہ روح نہیں ہوتی اور وہ نماز اس بیمار کی مانند ہے جو دَم بھر کا مہمان ہو۔

سب سے پہلے جو آواز تیرے کان میں پڑتی ہے وہ اذان ہے،جس وقت اذان آپ کے کان میں پڑتی ہے تو اسے شوق اور محبت سے سنے اور جس کام میں مشغول ہو،اسے چھوڑ کر دُنیا سے منہ موڑ لے۔اگلے لوگوں کا یہی دستور تھا کہ دنیا کے کام چھوڑ کر اذان سنتے ،لوہار اگر ہتھوڑا اُٹھائے ہوئے ہوتا تھا تو وہ اذان سن کر فوراً ہی ہاتھ روک لیتا،جوتے گانٹھنے والا اگر اپنے اوزار سے چمڑے میں سوراخ نکالنے میں مشغول ہوتا تو اذان کی آواز سن کر اس کو اسی طرح چھوڑ دیتا۔ اس منادی کی ندا سن کر لوگ قیامت کے دن کو یاد کرتے اور اپنے دل میں خوشی اور مسرت محسوس کرتے،کیونکہ جو آج اس آواز کو سن کر دوڑے گا اسے قیامت کے دن سہولت و آسانی میسر آئے گی۔

توبہ گناہوں کو بالکلیہ مٹا دیتی ہے۔اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ان گناہوں پر خوف اور ندامت کا پردہ ڈال کر اس طرح خستگی و شکستگی اور شرمساری کے عالم میں اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو جیسے کوئی خطا کار غلام اپنے آقا کے حضور جاتا ہے اور پھر اپنے مالک کے سامنے ڈرتا ہوا آتا ہے اور ذلت کے مارے سر نہیں اُٹھاتا۔

**قبلہ رو ہونا** :اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ ہر طرف سے اپنا منہ پھیر کر قبلہ رو ہو جائے اور بھید یہ ہے کہ دِل کو دونوں عالم سے ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ کرے تا کہ ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا ہو جائے ۔جس طرح کہ ایک ظاہری قبلہ ہے دِل کا قبلہ بھی ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ! اور دُنیوی خیالات میں مشغولیت ایسے ہی ہے جیسے منہ اِدھر اُدھر کرنا ۔جس طرح اِدھر اُدھر مُنہ پھیرنے سے نماز باقی نہیں رہتی ۔اسی طرح دِل اپنے مرکز کی طرف متوجہ نہ رہے تو نماز بے حقیقت اور بے رُوح ہو جاتی ہے ۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص نماز کیلئے کھڑا ہو اور اس کا مُنہ ،دل اور تمام خواہشات کا محور و مرکز اللہ کی ذات ہی ہو تو وہ نماز سے جب فارغ ہوتا ہے تو اس کی حیثیت یہ ہوتی ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ جس طرح قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس طرح اس شخص کی نماز کی روح برباد ہو جاتی ہے ،جس نے اپنے دِل کو اللہ کی طرف سے پھیر لیا اور دُنیوی خیالات میں غرق ہو گیا ۔بلکہ چاہیے یہ کہ دِل کو اللہ کی طرف متوجہ رکھے ،اس واسطے کہ انسان کا ظاہر اس کے باطن کے لئے غلاف کی مانند ہے اور غرض اسی چیز سے ہوتی ہے جو غلاف کے اندر ہو ۔

**قیـــــــام** : اِس کی ظاہری حقیقت تو یہی ہے کہ اپنے ڈیل ڈول کے ساتھ غلاموں کی طرح سر جھکائے اپنے مالک کے سامنے کھڑا رہے اور باطنی حقیقت یہ ہے کہ دِل ہر قسم کے خیالات سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی تعظیم پورے انکسار کے ساتھ بجا لائے اور قیامت کے دن کو یاد کرے کہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور میری تمام ظاہری و باطنی حرکات اور اعمال و افعال پیش ہیں ۔اللہ تعالیٰ سب سے واقف ہے میرے دِل میں جو کچھ تھا یا ہے اللہ تعالیٰ جاننے اور دیکھنے والا ہے اور میرے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے ۔صحابہ کرامؓ اللہ کے حضور نماز کیلئے اس طرح مؤدب ، ساکت و صامت کھڑے ہوتے کہ پرندے ان سے بھاگتے تک نہیں تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ پتھر ہیں ۔جس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال کو

دیکھنے والا سمجھتا ہے، اس کا ہر ہر عضو خدا سے ڈرنے والا اور مودب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اگر کسی کو نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتا دیکھتے تو فرماتے کہ اگر اس کے دِل میں خشوع ہوتا تو اس کا ہاتھ داڑھی کے بجائے دِل پر ہوتا۔

**رکوع و سجود** : ان کا ظاہری معنیٰ تو یہی ہے کہ بدن کے ذریعہ عاجزی وفروتنی کا مظاہرہ کرنا اور دِل کی عاجزی وفروتنی اس کا حقیقی مقصد ہے جو شخص اِس بات کو جانتا ہو کہ زمین پر مُنہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جسم کے بہترین عضو کو مٹی پر رکھنا اور یہ بھی اسے معلوم ہو کہ خاک سے بڑھ کر کوئی چیز خوار نہیں تو رکوع وسجود حقیقت میں اسی کیلئے ہیں تا کہ وہ سمجھ لے کہ میری اصل خاک اور مٹی ہے اور مجھے بالآخر اسی میں جانا ہے۔ اپنی اصل کے اعتبار سے تکبر اور اپنی عاجزی و بے کسی کو پہچاننا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر کام میں ایک راز ہے۔ آدمی جب اس سے غافل ہو گا تو اسے ظاہری شکل کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو گا۔

حضورِ قلب: نماز میں دو وجہ سے غفلت ہوتی ہے ان میں سے ایک سبب ظاہری ہے تو ایک باطنی۔ ظاہری سبب تو یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جہاں شور و ہنگامہ ہو تو دِل اُدھر متوجہ ہو جائے کیونکہ دِل، آنکھ اور کان کے تابع ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کچھ سنائی نہ دیتا ہو۔ اور اگر وہ جگہ تاریک ہو یا آنکھیں بند کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ اکثر عباد عبادت کیلئے چھوٹا سا الگ مکان بنالیتے ہیں کیونکہ کشادہ مکان میں دِل پراگندہ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، جب نماز ادا کرتے تھے تو قرآن شریف، تلوار اور تمام اشیاء کو جُدا کر دیتے تھے تا کہ ان کی طرف مشغولیت نہ ہو۔ رہ گیا باطنی سبب تو وہ یہ ہے کہ پریشان خیالات اور خطرات و وساوس دل میں آئیں اس کا علاج بہت دشوار اور نہایت سخت ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو ایسا کام کے سبب ہوتا ہے کہ اس وقت دِل اس کی طرف مشغول ہو اس کا علاج تو یہ ہے کہ پہلے اس سے فارغ ہو جائے پھر نماز پڑھے جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب تک کسی کام کی خواہش اس کے دِل پر غالب رہے گی تو خیالاتِ منتشرہ بھی

احاطہ کیے رہیں گے ۔یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ایک صاحب عمدہ کپڑے کا تحفہ لائے اس میں ایک پودے کی تصویر بنی ہوئی تھی، نماز میں اس پر جو نظر پڑی تو آپ ﷺ نے فارغ ہوتے ہی اسے اُتار کر اس کے مالک کو دے دیا اور وہی پرانا کپڑا زیب تن کر لیا ۔اسطرح ایک بار نعلین میں نیا تسمہ لگایا ۔نماز میں جو اس پر نظر پڑی تو وہ بھلا معلوم ہوا ۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دو ۔ایک مرتبہ نعلین شریف نئی نئی بنی ہوئی تھیں، آپ ﷺ کو اچھی معلوم ہوئیں آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے اللہ کے حضور فروتنی اور عاجزی کی ہے کہ اس نعلین کی وجہ سے وہ مجھے اپنا دشمن نہ ٹھہرائے آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جو سائل پہلے ملا وہ نعلین اسے عنایت فرما دیں ۔حضرت طلحہؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک جانور دیکھا جو درختوں پر اُڑتا پھرتا ہے لیکن درخت اتنے گھنے ہیں کہ اسے راہ نہیں مل رہی، آپؓ کا دِل اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور یہ بات ذہن سے نکل گئی کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں ۔آپؓ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے حضور ساری روداد سنائی اور اس جرم کے پیشِ نظر سارا باغ صدقہ کر دیا تو جہاں تک اگلے بزرگوں کا تعلق ہے انہوں نے اکثر ایسے کام کیے ہیں اور انہوں نے ان کاموں کو حضورِ قلب کی تدبیر سمجھا ۔جب نماز سے پہلے اللہ کا ذکر دِل پر غالب نہ ہوگا تو دِل نماز میں نہیں لگے گا اور جو خیال دِل میں پہلے سے جما ہوا ہے وہ نماز پڑھنے سے دُور نہیں ہوگا تو جو شخص حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنے دِل کا علاج کرے اور دل کو خیالات و وساوس سے پاک کرے ۔یہ بات اس طرح ممکن ہے کہ دُنیا کے شغل اپنے دِل سے دُور کرے اور ضرورت کی حد تک دُنیا کی چیزوں پر قناعت کرے اور اس سے بھی صرف یہ مقصد ہو کہ دِل کو فراغت نصیب ہو جائے جب تک یہ بات نہیں ہوگی اس وقت تک نماز میں حضورِ قلب نصیب نہیں ہوگا، ہاں! بعض حصہ میں ایسا ہو جائے تو ممکن ہے اس میں یہ بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ نفلوں کی مقدار بڑھا دے تا کہ دِل حاضر ہو جائے اور متوجہ ہو جائے کیونکہ نوافل فرائض کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں ۔

شیخ سلسلہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب توحیدی کا نوشہرہ ورکاں میں بیان

# مجلہ فلاح آدمیت کے قارئین کی نظر

(ماجد محمود توحیدی)

الحمدللہ ! ہم سب مسلمان ہیں اور اس بات کا یقین ہے کہ موت برحق ہے اور ہمیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ قیامت کے دن ہم سب کو زندہ کیا جائیگا اور اللہ کے سامنے ہم سب پیش ہوں گے۔اور وہاں اپنے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو وقت، جو مہلت دے رکھی ہے اور با اختیار بنایا ہے کہ ہم اپنے وقت کو جس طرح مرضی گزاریں۔اگر ہم اللہ کی رضا والے اعمال کے ساتھ زندگی بسر کریں گے تو کل قیامت کو سرخرو ہو جائیں گے اور اگر شیطان کے راستے پر چلتے رہے تو خسارے میں رہیں گے۔جس طرح موت حقیقت ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے اس نے مرنا ضرور ہے اسی طرح روزِ جزا یعنی قیامت کا دن جس دن اچھے اعمال کا بدلہ جنت اور برے اعمال کی سزا جہنم! یہ بھی اسی طرح ایک حقیقت ہے۔عقل والا وہی ہے جو اس مہلت (وقت) کو اللہ کے احکامات کے مطابق گزارے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات بھی کوئی زیادہ لمبے چوڑے نہیں ہیں۔ہر وہ کام جو برائی کا باعث بنے، تکلیف کا باعث ہو وہ گناہ ہے مثلاً کسی کے ساتھ جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت یا غیبت یہ سارے گناہ کبیرہ ہیں ان سے ایک مسلمان کو بچنا چاہیے۔اس لیے ہمیشہ سچ بولو، وعدہ پورا کرو، امانت دار بنو اپنا کام اور اپنے فرائض منصبی پوری ایمانداری اور تندہی سے ادا کرو، کسی کی غیبت، چغلی نہ کرو، یہ سارے کام کرو گے تو اللہ خوش ہوں گے اور اگر نہیں کرو گے تو اللہ ناراض ہوں گے۔اللہ کی مرضی والی باتوں پر عمل کرنا ہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان پر عمل نہیں کرنا۔اسلام کے پانچ ارکان ہیں، توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، حج۔

پانچ وقت کی نماز وقت کی پابندی کے ساتھ ہر بالغ مرد وعورت پر فرض ہے، نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ چار امامین میں سے تین امامین، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور امام مالک ان اصحاب کا کہنا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر ایک نماز بھی چھوڑ دی وہ کافر ہے اسے قتل کر دیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا فرمان ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا لیکن کفر کر لیتا ہے۔ اسے قید کر لیں اگر وہ توبہ کرے تو معاف کر دیں۔ یہ اس شخص کا حال ہے جو جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑ دے۔ جو شخص مسلمان نماز پڑھتا ہی نہیں اس کا تو اسلام پھر مشکوک ہو گیا۔ اس لیے پہلے اپنا اسلام اور مسلمان ہونا تو یقینی کریں اور آپ کا مسلمان ہونا اسطرح یقینی ہو گا کہ آپ پانچ وقت کی نماز ادا کریں اور کسی کو اپنے قول وفعل یا اپنی کسی حرکت سے تکلیف نہ دیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ معاف نہیں ہو گا جب تک کہ وہ شخص جس کو آپ نے تکلیف پہنچائی وہ معاف نہ کر دے۔ اس لیے اس بات سے بچیں اور اپنے آپ کو اللہ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ آج کا زمانہ بڑا پر آشوب ہے اور یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن مرد جس بات اور جس کام کا ایک بار اقرار کر لیتا ہے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے وہ پھر اس پر ڈٹ جاتا ہے اگر ہم اپنی انا کے لیے غلط بات پر اکڑ سکتے ہیں اور اکڑ جاتے ہیں تو اس بات پر ڈٹ جانا تو زیادہ ضروری ہے۔ دوسری باتوں کے لیے ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ میری غیرت ہے میں اسے پوری کروں گا لیکن یہاں غیرت کیوں نہیں بیدار ہوتی کہ میں نے ایک وعدہ کیا ہے اور میری زبان اور میرے الفاظ کی قیمت ہے اس کو ہر حال میں پورا کروں گا اس لیے یہ بنیادی مسلمان ہونے کی تعلیم ہے اس پر جو عمل کرے گا وہ مسلمان ہو گا۔

سال میں ایک ماہ کے روزے ہیں جو مسلمان تندرست ہے وہ یہ روزے رکھے۔

زکوٰۃ جس کو اللہ تعالیٰ نے صاحب نصاب بنایا وہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ دے اور جو صاحب استطاعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے طاقت دے رکھی ہے وہ زندگی میں ایک بار حج ضرور کرے حج کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے طاقت واستطاعت دے رکھی ہے کہ وہ حج کر سکتا ہے مگر وہ نہیں کرتا تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ عیسائی ہو کر مرے یا یہودی ہو کر مرے

اس سے سخت الفاظ اور کیا ہوں گے ۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے اور پھر اگر کوئی ایسا موقع آجائے کہ مسلمانوں کی عزت وآبرو یا جان و مال خطرے میں ہوں تو مسلمان کو اللہ کے لیے ان حالات میں سر بکف ہو کر میدان میں نکلنا بھی فرض ہے ۔ یہ اسی طرح جس طرح دوسرے ارکان نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ۔ پاس ہونے کے لیے اس سے آسان رستہ اور کوئی بھی نہیں ہے ۔

مجاہد کے لیے دنیا و دین میں سرفرازی ہے

کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہنے سے غازی ہے ۔

یہ سلیبس وہ ہے جو ہم میں سے ہر مسلمان پر فرض ہے ۔ اس کے بغیر ہم پورے مسلمان نہیں ہو سکتے ۔

ایک سلیبس اس سے آگے کا ہے جس طرح یہ توحیدی صاحب اور چند بھائی اور یہاں تشریف فرما ہیں ۔ یہ فقیری کی لائن ہے اس میں مشقت کچھ زیادہ ہوتی ہے ۔ لیکن قیامت کے دن جو انعام ملنے والا ہے وہ اس مشقت کے مقابلے میں کئی گنا اچھا ہے جس کی ہم تعریف ہی نہیں کر سکتے ، وہ ہو گا ۔ لیکن اس کے لیے یہاں کچھ زیادہ محنت کرنا ہو گی ۔ مثلاً ذکر ، ایک یہ ذکر ہے (نفی اثبات) جو ہم یہاں کریں گے یہ روزانہ ایک تسبیح کرنا پڑتا ہے اور ہفتہ میں ایک بار اسی طرح حلقہ ہوتا ہے جس طرح آج ہو رہا ہے دوسرا ہم روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے ہیں ۔ یہ اس تعلیم کا حصہ ہے ۔

ایک ذکر اور ہے جو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے دل میں آواز پیدا کیے بغیر کرنا ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں ۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْن

ترجمہ: ''اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو ، زاری اور ڈر سے ، زبان سے آواز نکالے بغیر ، صبح و شام اور غافلوں میں نہ ہونا'' ۔

یہی وہ ذکر ہے کہ آپ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کریں اور غافل نہ بنیں ۔

اگر آپ کوئی دماغی کام کر رہے ہیں اس وقت یہ ذکر نہیں ہو سکتا مگر آپ فارغ وقت کی تلاش میں رہیں کہ ایسا وقت جس میں آپ کچھ نہیں کر رہے، بالکل بیکار ہیں، اس وقت اللہ کی یاد شروع کر دیں جو سانس اندر جا رہی ہے اور جو سانس باہر آ رہی ہے وہ اللہ اللہ کہہ رہی ہے اور میرے کان سن رہے ہیں۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر سانوں ایہہ مرشد پڑھایا ھُو

اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو اللہ کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے اور کوئی غلط کام کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے ہر وقت یہ احساس ہو گا کہ اللہ میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب انسان کو معلوم ہو کہ ایک پولیس والا میرے ساتھ ہے تو وہ غلط کام نہیں کر سکتا۔

اس لیے اس ذکر کی برکت سے انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ نمازوں میں لطف آنے لگتا ہے اور نماز میں حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ دنیاوی خیالات اور وسوسے اس کو نماز میں تنگ نہیں کرتے اگر اس طرح سالک کوئی سال چھ ماہ ذکر کرے کہ اس کا فالتو وقت اللہ کی یاد کے بغیر نہ گزرے تو پھر اللہ اسے نہیں بھولے گا کیوں کہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ آپ دنیا میں میرا ذکر کرو میں عرش پر فرشتوں میں تمہارا ذکر کروں گا۔ تو اللہ کو پھر آپ بھول ہی نہیں سکتے اور یہی وہ مقام ہے کہ ہم قیامت کے دن سرخرو ہو سکتے ہیں۔

قرآن میں ہے کہ روزِ قیامت انسانیت تین گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ایک دائیں ہاتھ والے، ایک بائیں ہاتھ والے، اور ایک آگے والے۔ دائیں ہاتھ والے جنت والے ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے خسارے والے جہنمی ہوں گے۔ ایک گروہ آگے والے ہوں گے۔ اللہ خود فرماتے ہیں کہ آگے والے تو مقربین ہوں گے اور ان کے کیا ہی کہنے۔ اللہ تعالیٰ خود ان پر فخر کرتے ہیں۔ یہ جو میں نے تعلیم آپ کے گوش گزار کی ہے یہ ان سابقون اور مقربین میں

شامل ہونے کے لیے ہے۔باقی مسلمانوں کے لیے جوضروری باتیں ہیں وہ میں نے پہلے ہی آپ کے گوش گزار کردیں ہیں۔پانچ وقت کی نماز پڑھیں،سال میں ایک بار تیس روزے رکھیں، اگر صاحب نصاب ہیں تو زکوٰۃ دیں اور صاحب استطاعت ہیں تو حج کریں اور جہاد کا موقع آئے تو اللہ کے لیے جہاد کریں، کسی انسان کو دکھ، رنج تکلیف نہ پہنچائیں تو آپ جنتی ہے لیکن جو دوسرا سلیبس ہے سابقون اور مقربین والا اس میں اور زیادہ محتاط ہونا پڑتا ہے۔اپنے اخلاق کو سدھارنا پڑتا ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان کے علاوہ کچھ باتوں پر عمل کرنا پڑتا ہے تو اللہ اپنے فضل سے اپنے مقربین میں شامل فرمالیتے ہیں۔یہ ہمت اور حوصلے کی بات ہے جس میں ہو وہ اس میں آجاتا ہے۔اور پھر اللہ کے فضل سے کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔اور جس کی قسمت میں اللہ نے نہیں لکھا اسکا خیال بھی ادھر نہیں آتا۔اس لیے جس کا حلقے کی تعلیم سے تعارف ہے ان کو نہ صرف خود عمل کرنا چاہیے بلکہ دوسروں سے بھی گزارش کرنی چاہیے کہ وہ اللہ اللہ کرنے والے بن جائیں۔

دیکھیں! ہم جتنے لوگ بھی یہاں ذکر کے لیے جمع ہوئے ہیں فرشتے ان پر سایہ فگن ہوجاتے ہیں یہ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جہاں اللہ کی یاد ہوتی ہے اس جگہ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے فرشتے جب ذکر کی محفل سے واپس لوٹتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں فرشتو! کہاں گئے تھے۔تو وہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں گئے تھے وہاں آپ کا ذکر ہو رہا تھا بہت مزا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے فرشتو وہ کیا مانگتے تھے تو وہ کہتے ہیں یا اللہ وہ جنت مانگتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے وہ کہیں گے نہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر وہ جنت دیکھ لیں تو پھر۔فرشتے کہیں گے تو پھر وہ اور زیادہ آپ کو یاد کریں گے۔اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اور وہ کیا کہتے تھے۔فرشتے کہیں گے وہ دوزخ سے پناہ مانگتے تھے۔اللہ پوچھیں گے کہ انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہیں گے نہیں اللہ کہیں گے اگر دوزخ دیکھ لیں تو پھر فرشتے کہیں گے وہ اور بھی زیادہ آپ کو یاد کریں گے۔اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔فرشتو تم سب گواہ رہو میں نے ان سب کو معاف کر دیا۔سب کو بخش دیا۔یہ کوئی معمولی بات نہیں۔

تم یہاں اللہ اللہ کرو اور اس پرعمل کرنے والے بن جاؤ۔تا کہ تمہاری زندگیاں بدل جائیں۔

اللہ کی یاد کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنے اخلاق کو بھی اخلاق محمدی کا نمونہ بنانا ہوتا ہے۔ افسوس کہ ہماری اخلاقی حالت کچھ قابل تعریف نہیں ہے۔ہم جانوروں کی طرح behave کرتے ہیں۔راہ جاتے لڑنے لگتے ہیں۔ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق ہے اگر ہم انسان بن جائیں اور ایک دوسرے سے باہمی پیار و محبت سے پیش آئیں تو سارا معاشرہ خوشگوار ہو جائے گا۔

جنت میں کیا ہوگا؟ اس میں کھانے اور پینے کی چیزیں ہوں گی۔وہ یہاں بھی میسر ہیں یہاں ہم بھوکے تو نہیں رہتے۔ہمیں اللہ نے سب کچھ یہاں بھی دے رکھا ہے وہاں ایک ایسی چیز ہے جو اب دنیا میں ناپید ہے، جو ہم حاصل کر سکتے ہیں۔وہ کیا ہے؟ سکون، سلامتی! یہاں وہ میسر نہیں ہم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں، گالم گلوچ، فحاشی، وہاں صرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی کوئی کسی سے گلہ شکوہ نہیں ہوگا۔کوئی غیبت نہیں، جھوٹ نہیں۔گالم گلوچ نہیں سب اپنی اپنی جگہ مزے میں ہوں گے۔یہ سب کچھ یہاں بھی ہو سکتا ہے صرف حوصلے کی ضرورت ہے اور اگر ہم تہیہ کر لیں کہ آج کے بعد کسی سے غصہ نہیں ہوں گے۔آپ کا دماغ بھی ٹھنڈا رہے گا آپ بھی خوش رہیں گے اور آپ کیساتھ دوسرے لوگ بھی خوش رہیں گے۔

آج کے بعد ہر کوئی ارادہ کر لے کہ کبھی غصہ نہیں کرے گا اور دوسروں کی غلطیوں کو اللہ کے لیے معاف کر دیں اس سے آپ کا بھی مقام بلند ہوگا۔آپ کو معلوم ہے حضور اکرمﷺ کی سب سے بڑی سنت کیا ہے حضور اکرمﷺ کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے ہماری کوڑے کرکٹ کی بھی حیثیت نہیں ان کے سامنے۔انہوں نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں۔تاریخ گواہ ہے مار کھا کر دعائیں دیں۔بدلہ تو دور کی بات کبھی دل میں بھی کسی کے خلاف خیال نہیں آیا۔ہم سب ان کے نام لیوا ہیں اور آپﷺ کو اپنا رہبر سمجھتے ہیں اور ہم دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم مسلمان اور عاشق ہیں۔اور عجیب عشق ہے کہ جو بات انہوں نے سکھائی ہے اس پر عمل نہیں کرتے مجنوں تو لیلیٰ کی گلی کے کتے سے بھی پیار کرتا تھا۔آج ہم حضور اکرمﷺ کے امتی سے پیار سے بات نہیں کر سکتے

یہ کیسا پیار ہے۔کہاں کے ہم ان کے امتی ہیں۔معمولی معمولی باتوں کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ مجھ سے معافی مانگو گے تمہاری بات سنوں گا۔دیکھیں! اللہ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب آپ فرمادیجیے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے پیار کرے تو میرا اتباع کرو،

یاد رکھو! حضور اکرم ﷺ کے اتباع کا نام ہی دین ہے۔اگر حضور کا اتباع نہیں تو کوئی دین نہیں۔

بمصطفیٰ برساں خیش را کہ دین ہمہ اوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ایست

اگر ہم نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر نہیں چل رہے،اور اگر آپ ﷺ کا کہنا نہیں مان رہے تو ہمارا اسلام مشکوک ہے۔سرکار دو عالم ﷺ نے خود فرمایا: تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہے جب میں تمہیں تمہاری جانوں سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں ، اپنے ماں باپ، عزیز و اقارب سب سے زیادہ پیار حضور اکرم ﷺ سے کریں،اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔

تو ہمارا یہ کیسا پیار ہے اگر ہم ان کے امتی اور اپنے بھائی سے پیار سے پیش نہ آئیں۔

قرآن تو ہمیں بھائی بھائی بناتا ہے: **انما المومنین اخوۃ**

اس لیے اگر ہم اپنے بھائی کو تکلیف دیتے ہیں،گالم گلوچ کرتے ہیں تو کیا اس سے حضور اکرم ﷺ خوش ہوں گے۔یہ باتیں آپ ﷺ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہیں ہمیں کوئی ایسی بات یا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے ہمارے بھائی کو تکلیف پہنچے۔یہ ہمارا کردار ہونا چاہیے اگر یہ نہیں تو ہمارا اسلام مشکوک ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنی رحمت سے اپنے مقربین بندوں میں شامل فرمائے اللہ اپنی اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کی محبت سرمایہ دارین بنائے۔اللہ ہمارے سینوں کو مسلمان بھائیوں کے لیے پیار سے بھر دے۔اور اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔**آمین**۔

# شیخِ سلسلہ باباجان کا دورۂ راولپنڈی-اسلام آباد

(عبدالکریم توحیدی)

باباجان تبلیغی وتربیتی دورے پر احمد رضا بھائی کے ہمراہ مورخہ 13-10-2017 کو بروز جمعۃ المبارک کو بذریعہ ٹرین راولپنڈی تشریف لائے۔ ریلوے اسٹیشن پر بھائیوں نے استقبال کیا۔ بھائیوں سے باباجان کی محبت کا یہ عالم ہے کہ کچھ بزرگ اور بیمار بھائیوں کو ریلوے اسٹیشن پر دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور بڑی بے چینی سے راولپنڈی اور اسلام آباد اور مضافات کے بھائیوں کی خیریت دریافت فرمائی۔ سب بھائیوں کی صحت یابی اور توحیدیہ تعلیم پر مسلسل عمل کرنے کی دعا فرمائی۔ بعدازاں یہ مختصر قافلہ خواجہ ولی محمد صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ وہاں کچھ بھائی پہلے سے باباجان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ نمازِ جمعہ قریبی مسجد میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد باباجان نے موعظۂ حسنہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے اخلاق کے متعلق فرمایا کہ محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، یہی سنت طریقہ ہے۔ شکریہ ادا کرنے سے محسن کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ شخص ہمیشہ کیلئے انسانیت کی مدد کرنے کے جذبے پر کاربند رہتا ہے۔ راستہ کے عین بیچ میں چلنا اور سڑک کے درمیان کھڑا ہونا، راستہ میں کوئی چیز پھینکنا، یہ سب اخلاق کے منافی باتیں ہیں۔ راستے کے ایک طرف ہو کر چلنا کہ کسی اور کو پریشانی یا دقت نہ ہو، راستہ کو گندا نہ کرنا، کوئی چیز نہ پھینکنا بلکہ راستہ کو صاف رکھنا یا اس کام میں معاون ہونا، آتے جاتے سب کو سلام کرنا جس کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ایک اچھے مسلمان کی خوبیاں ہیں۔ ہر ایک سے پیار سے بات کرنا کیونکہ کائنات کی ابتداء محبت کی بنیاد پر ہے۔ اور محبت ہی معاشرہ کی بقاء کی ضامن ہے۔ پیار و محبت ہی سے باہمی رابطہ میں وسعت آتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ کسی قوم یا ملک کی ترقی وخوشحالی کا دارومدار محنت ولگن کے علاوہ پیار و محبت میں بھی پنہاں ہے۔ باباجان نے مزید فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم کا حاصل یہ کہ مسلسل محنت کیے جاؤ، روحانی طور پر کچھ

نظر آئے تو اچھا ہے، نہ نظر آئے تو بہت اچھا ہے۔ کیونکہ ایسے طالبوں کی ترقی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انصاری صاحبؒ کی سچی تعلیم پر خود عمل کیے جاؤ اور آنے والی نسلوں تک اِس تعلیم کو پہنچانے کا اہتمام بھی کرو۔ امام مالکؒ کا فرمان ہے کہ آخری وقت میں اسلام پہلے کی طرح پھیلے گا۔ اِس میں ہمارا حصہ بھی ہونا چاہیے۔

حلقہ ذکر کے وقت بھائیوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی اور بھائیوں کی دعوت پر کئی دوسرے احباب بھی تشریف لائے۔ نمازِ عشاء کے بعد کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ اِس کے بعد باباجان نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ پھر شروع کیا۔

اللہ کے راستہ میں لگن اور شوق قرونِ اولیٰ جیسا نہ ہو تو اُس کا عشرِ عشیر بھی ہو تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ ایک آدمی کو اللہ کے راستہ میں لے آئیں تو انشاء اللہ آپکی نجات تو ہو گئی۔ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مخلوقِ خدا کی خدمت کریں۔ نوجوان خصوصی طور پر اللہ رب العزت کی محبت کو پانے کی کوشش کریں کیونکہ آنے والا وقت انہیں کا ہے۔ اور نوجوانوں نے ہی یہ تعلیم اپنے قول و فعل اور اعلیٰ کردار کے ذریعے سے آگے پھیلانی ہے۔ محبت کے ساتھ یا بغیر محبت کے زندگی تو گزر ہی جائے گی، عمل کرو یا نہ کرو وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ اسلام کی اصل تعلیم پر اللہ اور اُس کے حبیب کی سچی محبت کیساتھ عمل کر کے یہ زندگی بھی وقار سے بسر کریں اور اللہ سے ملاقات بھی اچھی ہو گی۔ انصاریؒ کے بقول ایسے لوگوں کا انجام خوب ہو گا۔

بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم یہ ہے کہ ہر توحیدی اپنے تمام فرائضِ منصبی محبت، لگن، شوق، تندہی اور قومی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر سرانجام دے۔ اپنی منصبی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھیں بلکہ کام کی مصروفیت بھی اللہ کی نعمت ہے۔ کئی لوگ فراغت کی وجہ سے ٹینشن، ڈپریشن اور بہت سی دیگر امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ فرائضِ منصبی کے ساتھ اپنا اخلاق سنوارنے پر بھرپور توجہ دیں۔ باباجان نے فرمایا کہ غصہ حماقت سے شروع ہوتا ہے اور ندامت پر ختم ہوتا ہے۔ اسی لئے قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنی تحریروں میں غصہ اور نفرت سے

منع فرمایا ہے۔ بلکہ غصہ اور نفرت کی نفی توحیدی تعلیم کے بنیادی اجزاء میں سے ہیں۔ اپنی عزت کا خود خیال رکھیں۔ دوسروں کو عزت دیں تو آپ کو خود بخود عزت مل جائے گی۔ ہم مسلمان ہیں اپنے مقام کو پہچانیں۔ کسی بزرگ نے کسی شخص کو دیکھا کندھے ڈھلکائے سر جھکائے جارہے ہیں تو فرمایا کہ باوقار ہو کر چلیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے بتایا کہ سب سے اچھی چال فوجیوں کی ہے جو سینہ تان کر باوقار طریقے سے، متانت سے چلتے ہیں اور اپنے کمانڈر کا حکم ماننے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ یہی بندۂ مومن کا سپاہیانہ، مجاہدانہ طرزِ عمل ہونا چاہیے۔ پیار و محبت سکھانے کیلئے آپ دو آدمی لے آئیں تو سمجھیں کہ آپ نے انسانیت کی خدمت میں اپنا حصہ ڈال دیا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ اکثر کہا کرتے تھے کہ معاشرہ کی اصلاح کا کام ہمارا حلقہ (سلسلہ عالیہ توحیدیہ) کرے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے مزید فرمایا کہ اگر کسی توحیدی نے ایک آدمی کی بھی اصلاح کر دی تو یہ ڈیوٹی ادا ہو گئی۔ اور یہ سب سے بڑی خدمت ہے۔ جہنم کے راستہ سے بچا کر اللہ کے راستہ یعنی جنت کے راستہ پر گامزن کرنا ہی اصل کام اور انسانیت کی سب سے بہترین خدمت ہے۔ ڈیوٹی دیں، نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ ان پر داروغہ نہیں ہیں بلکہ آپ کا کام پہنچا دینا ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کو پہچانیں، اُن کے کام کے طریقۂ کار کو سمجھیں۔ آپ تبلیغ کریں، کوشش کریں، مایوس نہ ہوں، آپ پر کوئی بار نہیں۔ اپنے حصے کا کام کرتے جائیں نتیجہ اللہ پر چھوڑیں۔ ایک آدمی پر محنت کریں، پھر دوسرے کو دعوت دیں۔ مسلسل دعوت جاری رکھیں، باقی اعمال کی طرح دوسروں کو نیکی کی دعوت بھی زندگی بھر کیلئے ہے۔ ایک دو دن کا کام نہیں اور نہ یہ کہ چند آدمیوں کو دعوت دے کر انسان مایوس ہو کر بیٹھ جائے۔ بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہؒ نے ایک آدمی سے آغاز کیا سلسلہ کو انتہا تک پہنچایا۔ بغیر کسی مستقل جگہ کے تعلیم و تربیت جاری رہی اور آستانہ کی تعمیر بھی ممکن ہوئی۔ توحیدی تعلیم پر مبنی کتابوں کی اشاعت و طباعت کی گئی۔ بابا جان محمد صدیق ڈارؒ نے سلسلہ توحیدیہ کو از سرِ نو اکٹھا کر کے نئے مرکز کی تعمیر کی اور توحیدیہ کتب کی از سرِ نو تدوین ہوئی

اورمزید کتابوں کا اضافہ ہوا۔قبلہ انصاری صاحبؒ کی دیرینہ خواہش کومدِنظر رکھتے ہوئے ماہانہ مجلّہ فلاحِ آدمیت کا اجراء کیا، جواب تک اللہ کے فضل وکرم سے جاری وساری ہے۔ہمیں سب کچھ تیار مل گیا ہے۔اوراب ہمارے پاس ایک بہترین پلیٹ فارم ہے۔اب بھی ہم محنت نہ کریں تو ہم سے زیادہ ناشکرا اور ناقدر شناس کون ہوگا!ان بزرگوں کی نسبت ہمارے حصہ میں کم کام آیا ہے۔

باباجی نے فرمایا کہ زندگی کا مقصد اللہ پاک کی معرفت اوراس کا قرب وعرفان ہے۔ اس لئے توحیدیوں کی دُعا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت، قرب ولقاء اور دیدارِ ذاتِ بحت کی طلب بھی شامل ہوتی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ جنوں اور انسانوں کونہیں پیدا کیا مگر عبادت کیلئے۔سب سے پہلے مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہاں لِیَعْبُدُوْنَ کا مطلب لِیَعْرِفُوْنَ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کیلئے پیدا کیا اُسی پر عمل پیرا ہونا عقلمندی ہے۔سوچ و بچار اور ہر کام میں یہی مقصود مدِنظر رہنا چاہیئے۔ اللہ کی مانیں گے تو بدلہ جنت ہے ورنہ دوزخ۔آگ میں جلنے کے بعد صفائی ہوگی یعنی تمام گناہوں،سیئات اور اخلاقِ رذیلہ کی صفائی،اور مکمل صفائی کے بعد ہی جنت میں داخلہ کی اجازت ملے گی۔دوزخ میں کافر بھی جلے گا لیکن اُس کی صفائی نہ ہوگی کیونکہ وہ کلمہ کونہیں اور نہ اللہ کو یاد کرے گا۔جلنے سے مسلمان مسلسل اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا۔یہ یادہی گناہ مٹائے گی۔دنیا کی اِس مختصر زندگی میں ہی اللہ کو یاد کریں تاکہ ادھر ہی گناہ مٹ جائیں۔نہ جانے دوزخ میں کتنا عرصہ جلنا ہو اور کتنا تکلیف دہ ہوگا۔یہ چیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ التکاثر میں عین الیقین کے عنوان سے سمجھائی ہے۔اللہ کرے! ہمیں ابھی سمجھ آجائے تو اصل فائدہ ہےاور ہمارے سلسلے کا مقصود بھی۔وہاں تو سب کو عین الیقین ہو ہی جائے گا۔رات تقریباً دس بجے محفل برخاست ہوئی۔

اگلے دن بروز ہفتہ خواجہ ولی صاحب کے ہاں ناشتہ کا بندوبست کیا گیا۔دن کے وقت باباجان بھائیوں کے ہمراہ اسلام آباد کے بھائی محمد شریف چیمہ صاحب کی دعوت پر اُنکے گھر تشریف لے گئے۔اس موقع کو غنیمت جان کر چیمہ صاحب کے صاحبزادہ نے اپنے مکان کا

سنگِ بنیاد باباجان کے ہاتھوں رکھوایا۔ بعدازاں مختصر حلقہ ذکر کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔

نمازِ عصر کے وقت باباجان بھائیوں کے ہمراہ خواجہ صاحب کے ہاں تشریف لے آئے عصر کے بعد باباجان کی ہدایت اور خواہش کے مطابق مقامی بھائیوں کے نوجوان بچے بچیاں پہنچ چکے تھے۔بچوں کو باباجان نے توحیدی تعلیم سے روشناس کرایا اور اس سچی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔جبکہ بچوں سے احمد رضا نے ملاقات کی اور بتایا کہ زندگی گزر ہی جائے گی تو کیوں نہ اللہ کی محبت میں اور اُس کے احکامات کے مطابق آسان زندگی بسر کریں اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں۔

مغرب تک مزید بھائی تشریف لائے۔دوسرے دن بھی بھائیوں نے حلقہ ذکر کی سعادت باباجان کے ہمراہ حاصل کی۔کھانے کے بعد تصوف کے موتی بکھرنے کا سلسلہ پھر جاری ہوا۔

تعلیم بھول جائے یا گھر پر عمل میں سستی آجائے تو فوراً بزرگوں سے رابطہ کریں۔ محافل اور بزرگوں سے رابطہ سے تعلیم کی یاددہانی اور فیض بھی ملتا ہے۔حلقہ میں شرکت ضروری ہے تاکہ بیٹری چارج ہوجائے۔اصل ذکر تو پاس انفاس ہے۔نفی اثبات کا ذکر اپنے گھر پر روزانہ کریں، یہ ضروری چیز ہے۔حلقہ میں شرکت کے فوائد میں بیٹری چارجنگ کے علاوہ، بھائیوں سے رابطہ، گپ شپ اور ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی اور مدد بھی شامل ہیں۔

خادمِ حلقہ کے فرائض کے متعلق ایک سوال کے جواب میں باباجی نے فرمایا کہ ہفتہ وار حلقہ ذکر کا انعقاد، بھائیوں کو توجہ دینا، بھائیوں سے نماز اور ذکر کی بابت دریافت کرنا، مرکز اور بھائیوں سے رابطہ وغیرہ کے ہیں۔

ہر نیکی اور تمام اچھی باتوں کا کریڈٹ اللہ تعالیٰ کو دیں کیونکہ اللہ کی مہربانی، مدد اور اُس کی رضا کے بغیر کوئی بھی کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔اِس کے برعکس اپنی تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں کو صرف اپنی طرف منسوب کریں۔تب ہی اپنی اصلاح ممکن ہوگی۔اپنی غلطیاں تقدیر یا کسی اور پر ڈالنے سے ہم بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔ہر کام میں اللہ سے مدد کے طالب ہوں اور

اُسی ذات سے مدد مانگیں لیکن پہلے اپنی کوشش پوری کریں۔ جیسا کہ حضور نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ اسلام کے سب سے پہلے غزوہ کے موقع پر مسلمان طاقت اور تعداد ہر لحاظ سے کفارِ مکہ سے کمزور تھے، مال و اسباب کی بھی انتہائی کمی تھی، دیگر قبائل کی مدد اور مدینہ سے مزید کمک کی بھی کوئی امید نہ تھی، صرف اور صرف اللہ پاک کی نصرت پر بھروسا بلکہ پکا یقین تھا۔ اتنے نازک ترین حالات کے باوجود آپؐ صرف تین سو تیرہ مجاہدین کو لے کر مدینہ سے نکلے اور کئی میل دور بدر کے مقام پر اپنے سے تین گنا زیادہ کفارِ مکہ کی فوج سے مقابلہ کیلئے خیمہ زن ہوئے۔ عین میدانِ جنگ میں مسلم فوج کو صف آراء کر کے آپ ﷺ اللہ پاک کے سامنے سربسجود ہو گئے اور دعا فرمائی یا اللہ! میں نے سب مسلمانوں کو کفار کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ اگر آج تو نے ان مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد نہ کی تو قیامت تک تیرا نام لیوا کوئی نہ ہوگا۔ مدد مشروط ہے بھرپور تیاری اور مکمل سعی کے بعد۔ آپ ﷺ کی اِس دعا میں بھی ایک ناز تھا کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اب نصرت ضرور آئیگی۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ ہمارے اسلاف تقدیر کو عمل کے ساتھ ماننے والے تھے۔ بغیر کوئی کام کیے صرف تقدیر پر تکیہ کرنا عقل مندی نہیں اور نہ اسلام کی ایسی تعلیم ہے۔ مثبت سوچیں اور مثبت کام کریں۔ منفی طرزِ عمل سے بچیں اور کوئی بھی مقصد منفی طریقے سے حاصل نہ کریں البتہ اپنی کوشش پوری کریں اور پھر اللہ پر بھروسا کریں۔ جو عمل یا دعا انسان کرتا ہے اُس کا صلہ ضرور ملتا ہے چاہے اِس دنیا میں یا آخرت میں۔ بعض اوقات اچھے عمل کی برکت سے کئی مصیبتیں اور بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

بروز اتوار غلام مرتضٰی بھائی کے ہاں ناشتہ کے بعد بھائیوں نے اپنے معزز مہمانوں سے الوادعی ملاقات کی۔

# توحید کے پھول اور شرک کے کانٹے

(شیخ الاسلام محمد بن ابی بکر)

اللہ تعالٰی نے رسول اور پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، آسمان وزمین پیدا کئے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بندے اللہ تعالٰی کو پہچانیں، اس کی عبادت کریں، توحید پر قائم رہیں اور توحید کا حق بجا لائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور صرف اس کی اطاعت کی جائے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ (زاریات:۵۶/۵۱)

ترجمہ: "ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں مصلحت ہی سے پیدا کی ہیں"۔ (الحجر:۸۵/۱۵)

ترجمہ: "اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کی ہیں۔ اس کا حکم ان آسمانوں اور زمینوں میں نازل ہوتا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے"۔ (طلاق: ۶۵/ ۱۲)

ترجمہ: "اللہ نے کعبہ کو جو باعزت گھر بنایا ہے اور حرمت والے مہینہ اور قربانی کے جانور اور ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے نشانوں کو، لوگوں کے لئے امن کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ بے شک اللہ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتا ہے اور بے شک اللہ سب چیزوں کو خوب جانتا ہے"۔ (المائدہ: ۵/ ۹۷)

ان آیات میں اللہ تعالٰی یہ خبر دیتا ہے کہ خلق و امر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذات خداوندی کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ پہچانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس کا شریک ومثل نہ گردانا جائے اور لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں جس قسط وعدل سے

زمین وآسمان قائم ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

**ترجمہ:** "ہم نے اپنے پیغمبروں کوکھلی دلیلیں دے کربھیجا اوران کے ساتھ کتاب اور انصاف نازل کیا تاکہ لوگ عدل پرمتمکن ہوجائیں"۔(**الحدید:۲۵/۵۷**)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ خبردیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اورکتاب نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں اورظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ بندے توحید پر قائم رہیں"**توحید**" راس العدل ہے اوردنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہوسکتا ہے اورشرک بڑے سے بڑا ظلم ہے اوردنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں،چنانچہ ارشاد ہے:

ترجمہ: "بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے"۔(**لقمان ۱۳/۳۱**)

اورواقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اورخطرناک ظلم "**شرک**"ہے اورتوحید تمام عدلوں سے بڑا "**عدل**" ہے اورجوامور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اورمنافی ہوں گے وہ کبیرہ گناہ ہوں گے۔اورجوسب سے زیادہ خلاف اورمنافی ہوگا وہ اکبر الکبائر ہوگا۔کبائر کی شدت وخفت اس اصل مقصد سے منافات کے مطابق ہوگی جس درجہ کی منافات ہوگی اسی درجہ کا وہ کبیرہ گناہ ہوگا اورجوامور اس مقصد کے موافق ہوں گے وہ بااعتبار اپنی موافقت کے واجب اور ضروری ہوں گے اورمقدم ترین طاعتوں میں ان کا شمار ہوگا۔

اس حقیقت،اصل اصول اوراس کی تفصیلات پرغورکرو!تمہیں اچھی طرح واضح ہوجائے گا کہ اللہ ربّ العالمین،احکم الحاکمین نے اپنے بندوں پر جوکچھ فرض کیا ہے اورجوکچھ حرام فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟اورطاعات اورمعاصی کی تفصیلات اورطاعت وگناہ کا تفاوت اوراس تفاوت کے مراتب ودرجات تم پر اچھی طرح واضح ہوجائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک گرداننا اس مقصد سے بالذات اورکلیتًا منافی ہے اس لئے یہ گناہ اکبرالکبائر ہے،اس لئے اس نے ہرمشرک پر جنت حرام کردی۔اوراہل توحید کے لئے مشرک کا خون اس کا مال اس کے اہل وعیال مباح اور جائز کردیے اورچونکہ مشرکین نے

عبودیت الٰہی کا انکار کردیا ہے اس لئے اس نے جائز کردیا ہے کہ اہل توحیدان کو اپنا غلام بنالیں۔

اللہ حق سبحانہ وتعالٰی نے صاف صاف انکار کردیا ہے کہ وہ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، ان کے حق میں کسی کی سفارش منظور نہیں کرے گا اور اس کی آخرت کے لئے کسی کی دعا قبول نہیں کرے گا اور کوئی بھی ایسی چیز وہ اس کے حق میں قبول نہیں کرے گا جس سے اسے کسی قسم کی بھی امید قائم ہوسکے اور اس لئے کہ مشرک اجھل الجاھلین ہے۔اللہ کی ذات کو اس نے پہچانا ہی نہیں۔اور اللہ کی مخلوق کو اس کا مثل اور مانند گردانا ہے۔یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اور ظاہر ہے کہ جس طرح یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اسی طرح انتہا درجہ کا ظلم بھی ہے، اگرچہ مشرک کا یہ ظلم پروردگار عالم کی ذات پر نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان پر ہے۔

## عبادت میں شرک کیسے اور کس قدر نقصان دہ ہوتا ہے؟

بندہ جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ذات الٰہی کے سوا کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کی ذات کے سوا کوئی ربّ اور پروردگار نہیں۔لیکن پھر بسا اوقات اس کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ، اس کا عمل، اس کی عبادت وعبودیت اخلاص سے خالی ہوتی ہے۔کبھی وہ صرف حظ نفس کی خاطر اور کبھی دنیا طلبی کی غرض سے کبھی لوگوں میں رفعت اور جاہ وعزت پیدا کرنے کی غرض سے عمل کرتا ہے اور اس لئے اس کے عمل میں اللہ کا بھی اور نفس کا بھی حصہ ہوتا ہے۔نفس وخواہش کا حصہ بھی ہوتا ہے اور شیطان اور دوسری مخلوق کا بھی۔دنیا کی اکثر وبیشتر مخلوق کے اعمال کا یہی حال ہے اور یہ اسی قسم کا شرک ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"شرک اس اُمت میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفیہ طور پر موجود ہوگا"۔

صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے ہمیں نجات کیوں کر مل سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہو! اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ دانستہ تیرے ساتھ میں شرک کروں اور جو میں نہیں جانتا (کہ یہ معاملہ بھی شرک تک پہنچ جاتا ہے) اس شرک سے بھی تیری مغفرت چاہتا ہوں"۔

ریا یعنی دکھاوا اور سمعہ یعنی لوگوں کے سنانے کے لئے نیکی کرنا قطعاً شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اعلان کر دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے بھی اپنے ربّ سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے"۔(کھف:۱۸/۱۱۰)

یعنی اللہ ایک ہی معبود ہے کوئی دوسرا معبود نہیں۔اس لئے لازم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ جس طرح وہ اپنی الوہیت وخداوندی میں اکیلا ہے، عبادت اور اظہارِ عبودیت میں بھی اس ایک اکیلے کو مخصوص رکھا جائے اور اس لئے عمل صالح وہی عمل ہوگا جو ریا اور سمعہ سے پاک اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہو، چنانچہ سیدنا فاروق عمر بن الخطابؓ کی یہ دعا تھی:

"اے اللہ! میرے تمام اعمال اچھے اعمال بنا دے اور انہیں خالص اپنے ہی لئے کر دے، ان میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ رکھ"۔

**شرک فی العبادت** عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے اور اگر یہ عمل فرض واجب ہے تو بسا اوقات اس شرک کی وجہ سے بندہ سخت عتاب وسزا کا مستحق بن جاتا ہے کیونکہ شرک کی وجہ سے بندہ کا یہ عمل کلیۃً سوخت (تباہ و برباد) ہو جاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے عمل کیا ہی نہیں اور اس لئے ترک مامور کا مرتکب ہو جاتا ہے اور ترک مامور کی وجہ سے عقوبت و سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے، کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "حالانکہ ان کو اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے لئے دین خالص رکھیں"۔ (البینہ: ۹۸/۵)

پس جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت نہیں کرتا وہ حکم کے بموجب عمل نہیں کرتا بلکہ حکم کے خلاف عمل کرتا ہے۔اور اس لئے وہ کسی طرح بھی صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ حدیث قدسی میں مروی ہے:

"میں شریک دار سے نہایت ہی مستغنی ہوں کسی نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی کو بھی اس میں میرا شریک گردان لیا تو وہ عمل اسی کا ہے جسے اس نے شریک گردانا ہے۔ میں اس سے بری ہوں"۔

## اقوال، افعال نیت وارادے کا شرک

(قبروں کی تعظیم اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا شرک ہے۔ یہود و نصاریٰ اسی سے ہلاک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے توحید کی فصیل قائم کردی کہ اس کے اندر کوئی بھی داخل نہ ہو سکے)

یہ شرک کہ بندہ اپنے اقوال۔ افعال، ارادے اور نیت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردانے اور **شرک فی الافعال** کی مثال یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کے سامنے سجدہ کیا جائے، اللہ کے گھر کے سوا دوسرے گھر کا طواف کیا جائے، غیر اللہ کے لئے اظہار عبودیت اور انکساری کی غرض سے سر منڈایا جائے، حجر اسود کے سوا کہ یہ زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے کسی دوسرے پتھر کو چوما جائے یا قبروں وغیرہ کو چوما جائے یا قبروں پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کرام اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا کر نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال جو قبروں کو بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں؟

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے"۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وہ بدترین لوگ ہوں گے جو اس وقت جب قیامت آئے گی زندہ ہوں گے اور وہ لوگ جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنایا"۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

"تم سے اگلوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں اس

سے تمہیں منع کرتا ہوں"۔

اور مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے"۔

اور ارشاد فرمایا: "اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید تر ہوتا ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"۔

اور ارشاد فرمایا: "تم سے پہلے اگلے لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی صالح نیک آدمی مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور مسجد میں اس کی تصویر بنالیتے قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے زیادہ بدترین لوگ ہونگے"۔

غور کرو یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قبروں پر مسجدیں بنائیں، ان میں اللہ کے سامنے سجدہ کریں!! پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خود قبروں کو سجدہ کیا کرتے ہیں!! رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی ذات کے متعلق بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی کہ:

"اے اللہ! میری قبر کو پرستش کا بت نہ بنا دیجئے گا"۔

حقیقتِ امر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے توحید کے اردگرد ایک ایسی مضبوط فصیل کھڑی کردی کہ اسے کوئی توڑ نہیں سکتا، نہ اس توحید میں کوئی گھس سکتا ہے۔ غور کرو اپنے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نفل نماز تک پڑھنے کی ممانعت کردی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے اور یہ اس لئے کہ کہیں آفتاب پرستوں کی مشابہت نہ ہوجائے، آپ نے اس مشابہت کا سدباب کردیا۔ نیز آپ ﷺ نے عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں رکھی، اس لئے کہ آفتاب پرستوں کا وقت ان اوقات سے ملا ہوا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"کسی طرح جائز نہیں کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "حالانکہ رحمٰن کو شایان نہیں کہ وہ اپنا بیٹا رکھے"۔ (مریم ۹۲/۱۹)

# اخلاص

(مولانا امین احسن اصلاحی)

عبادت ہو یا اطاعت، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے قبولیت صرف اسی عمل کو حاصل ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے، اس مقصد کے سوا کسی اور غرض کا اس میں شائبہ بھی نہ ہو۔

لوگوں نے اس کی تعریف اگرچہ مختلف الفاظ میں کی ہے لیکن یہ اختلاف محض الفاظ کا ہے، مدعا سب کا ایک ہی ہے۔ ایک عارف نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اطاعت میں مقصود اللہ وحدہ، کی ذات ہو۔ ایک اور بزرگ نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کو مخلوق کے خیال ولحاظ سے بالکل بالاتر رکھے۔ ایک عارف کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کے اعمال ظاہر و باطن، دونوں میں بالکل یکساں ہوں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کی توجہ اس طرح اللہ کی طرف ہو جائے کہ وہ اپنے عمل میں خلق کے لحاظ و خیال سے بالا ہو جائے۔ فضیلؒ کا قول ہے کہ لوگوں کے خیال سے عمل کو چھوڑ نا ریا ہے، اخلاص یہ ہے کہ آدمی ان دونوں فتنوں سے محفوظ رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اعمال کا انحصار نیت پر ہے، ہر آدمی کے سامنے اس کی نیت ہی آئے گی۔ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے شمار ہوگی۔ اور جس کی ہجرت کسی دنیوی مقصد کیلئے ہوگی، جس کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے، یا کسی عورت کی خاطر ہوگی، جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے ہے۔(صحیح بخاری)

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

سے عرض کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری کی نمائش کیلئے جنگ کرتا ہے، ایک شخص مجرد حمیت کے تحت جنگ کرتا ہے، ایک شخص محض دکھاوے کے لئے جنگ کرتا ہے ان میں سے کس کی جنگ اللہ کی راہ میں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس شخص کی جنگ ہے جو اس مقصد کے لئے جنگ کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ (صحیح مسلم: کتاب الامارۃ باب ۴۲)

اسی طرح مشہور حدیث ہے، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں پر دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ ایک قرآن کے وہ قاری جو قاری کہلانے کے لئے قرآن پڑھتے ہیں، دوسرے وہ مجاہد جو بہادر کہلانے کے لئے جہاد کرتے ہیں، تیسرے وہ صدقہ کرنے والے جو اس لئے صدقہ کرتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی داد و دہش کی دھوم ہو۔ (**صحیح مسلم**)

اخلاص کی یہی اہمیت و حقیقت قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے:

"ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، بالکل یکسو ہو کر"۔ (البینہ ۹۸ : ۵)

"تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ یاد رکھو کہ اطاعت خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے"۔ (الزمر :۳۹:۲۔۳)

" کہہ دو کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ سو تم اس کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو"۔ (الزمر ۹۸:۱۴۔۱۵)

تمام عبادات و اطاعت کی روح اسی اخلاص کو قرار دیا گیا:

" کہہ دو میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں تم میں پہلا مسلم ہوں"۔ (الانعام ۶:۱۶۲۔۱۶۳)

اس اخلاص کے لئے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ آدمی کا عمل صرف اللہ کیلئے ہو وہیں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کا عمل اللہ کے حکم اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق ہو۔

یہ چیز اخلاص کی فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص کام نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ ہی کے لئے کرے، لیکن اس کا وہ کام اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اس کا یہ اخلاص بے معنی، بلکہ اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی توہین ہے۔ اس کا طرزِ عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اللہ کی پسند و ناپسند کو خود اللہ اور رسول سے زیادہ سمجھنے کا زعم رکھتا ہے اور یہ زعم غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ گھمنڈ اور شرک، دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اس وجہ سے کوئی عمل جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو، وہ اخلاص کا عمل نہیں قرار پا سکتا، اگرچہ وہ کتنے ہی مخلصانہ طور پر انجام دیا جائے۔

فضیل بن عیاضؒ کا ایک قول سننے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ اُن سے بہترین عمل کی حقیقت پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ بہترین عمل یہ ہے کہ وہ خالص اور بے لوث بھی ہو اور درست بھی۔ آپؒ نے مزید تشریح کی اور فرمایا کہ اگر عمل درست ہو، لیکن خالص نہ ہو جب بھی وہ قبول نہیں ہوتا۔ اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عمل خالص بھی ہو اور درست بھی۔ پھر انہوں نے خالص کی یہ تشریح فرمائی کہ وہ صرف اللہ کے لئے ہو۔ اور درست کی یہ تشریح فرمائی کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔

اگر کوئی عمل اللّٰہ تعالیٰ اور رسول کے حکم کے خلاف مجرد اخلاص کی بناء پر اللہ کے ہاں قبولیت کا درجہ حاصل کر سکتا تو رہبانیت کا نظام اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں ضرور قبولیت کا درجہ پاتا، اسلئے کہ جن لوگوں نے اس نظام کو ایجاد کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اخلاص کا حوالہ دیا ہے، لیکن ان کے اس اخلاص کے حوالہ کے باوجود ان کی اس ایجاد کو بدعت اور باطل قرار دیا۔

بعض لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے کہ اگر ایک آدمی بھلائی کے کام کرے، لیکن وہ اللّٰہ کے لئے نہ کرے یا اللّٰہ کے ساتھ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرے تو آخر اس کے وہ عمل اللہ کے ہاں قبولیت سے کیوں محروم رہتے ہیں، کام تو اس کے وہی ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ قرار دیے گئے ہیں؟ جن لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے وہ دین کی ایک بنیادی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اچھائی اور بھلائی کے کاموں کا محتاج نہیں ہے کہ جو لوگ بھلائی کا کوئی

کام کردیں، خواہ وہ اس کے لئے کریں یا کسی اور کے لئے خواہ وہ اس عمل کو اس کے حکم کے مطابق کریں یا اس کے خلاف، وہ ان کا ممنون کرم ہو جائے کہ ان لوگوں نے اس پر یا اس کی دنیا پر کوئی احسان کردیا ہے، اس وجہ سے اس پر لازم ہوگیا کہ وہ ان کی بھلائیوں کی قدر کرے اور ان کا بدلہ دے۔

اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی اور بدی، دونوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ وہ اگر چاہے تو اپنی ساری دنیا کو صرف فرشتوں ہی سے بھر دے، اس کے اندر کوئی برائی کرنے والا سرے سے رہ ہی نہ جائے۔ اسی طرح اگر وہ چاہے تو ہر آدمی کو اتنا نیک بنا دے کہ اس سے کسی شر کا صدور سرے سے ہو ہی نہیں۔ لیکن اختیار اور قدرت کے باوجود اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو صرف نیکی اور بھلائی ہی مطلوب نہیں ہے، بلکہ اصل چیز جو مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ لوگ بھلائی کے کام صرف اس کی رضا کے لئے کریں اور اس کے حکموں کے مطابق کریں۔ اس وجہ سے جو نیکی مذکورہ شرطوں کے ساتھ کی جاتی ہے اس کی تو اس کے ہاں بڑی قدر ہے، خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو اور وہ اس کا اجر دیتا ہے، لیکن جس نیکی میں کسی اور شائبہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے، اس کا اس کے ہاں کوئی اجر نہیں ہے۔ وہ اس طرح کی نیکی کرنے والوں سے کہتا ہے کہ اس کا اجر اس سے لو جس کے لئے تم نے یہ نیکی کی ہے۔

جب آخرت میں ایسے لوگ اجر کے طالب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ:

"جاؤ اس سے تم اپنے عمل کا معاوضہ لو! جس کے لئے تم نے یہ کام کیا ہے۔ ہمارے ہاں تمہارے لئے کوئی اجر نہیں"۔

یہ شریک کوئی بت اور صنم بھی ہوسکتا ہے، خاندان اور قبیلہ بھی ہوسکتا ہے، قوم اور وطن بھی ہوسکتے ہیں، شہرت، دکھاوے اور نفس کی دوسری خواہشات بھی ہوسکتی ہیں۔ ان میں سے جو چیز بھی ہو وہ اخلاص کی ضد ہے اور وہ انسان کے عمل کو عند اللہ باطل کر دیتی ہے۔

اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ کوئی مخلص مسلمان اپنے خاندان یا قبیلہ، قوم اور وطن کے لئے کوئی کام کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خاندان اور قبیلہ، قوم اور وطن کے حقوق و فرائض

خود نہایت تفصیل کے ساتھ متعین کر دیے ہیں اور ہر مسلمان پر یہ واجب کر دیا ہے کہ ہر شخص ان حقوق و فرائض کو اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے احکام کے مطابق ادا کرتا ہے، اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا اجر ہے اور اس کا وہ کام جو اللہ کے لئے نہ ہو تو وہ نری دنیا داری ہے، اگر چہ وہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، بظاہر جہاد ہی کیوں نہ ہو۔

غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس اخلاص کے ہونے یا نہ ہونے سے عمل کی فطرت میں بڑا تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ فرض کیجئے ایک ماں کی مامتا بچے کے لئے ہر شبہ سے بالاتر چیز ہے، لیکن اگر وہ اپنی مامتا کے جوش میں یہ کرے کہ بچے کی بیماری میں اس کو وہ سب کچھ کھلاتی جائے جس کے لئے بچہ ضد کرے، ڈاکٹر کی ہدایات کی وہ کوئی پروانہ کرے تو اس مامتا کے باجود اندیشہ ہے کہ وہ بچے کی جان لے کر رہے گی۔

اسی طرح فرض کیجئے، ایک شخص ہے جو کام تو اچھے کرتا ہے لیکن ان کاموں میں اس کے سامنے صرف اللّٰہ ہی کی رضا جوئی کا نصب العین نہیں ہے، بلکہ اللّٰہ کے سوا کوئی اور نصب العین ہے تو لازمی طور پر وہی نصب العین اس کے لئے حق اور باطل، پسند اور ناپسند، خیر اور شر کے لئے معیار بن جائے گا۔ آگے چل کر یہ چیز اس کی ہر بھلائی کو برائی کی شکل میں تبدیل کر دے گا۔ وہ اپنے قبیلہ اور اپنی قوم کے لئے اچھے اچھے کام کرتے کرتے بالآخر اس فلسفہ تک پہنچ سکتا ہے کہ میری قوم خواہ حق پر ہو، یا باطل پر! یہ فلسفہ بالآخر اس کو ہٹلر اور مسولینی بنا سکتا ہے۔ یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کے نصب العین ہی کا خاصا ہے کہ وہ انسان کو کبھی بہکنے نہیں دیتا۔ یہ نصب العین انسان کو ایک جہانی اور آفاقی نقطۂ نگاہ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے سامنے ہمیشہ اپنی ذات، اپنی قوم اور اپنے ملک کی بہبود کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کا ہمہ گیر پروگرام رہتا ہے۔

اسی وجہ سے اسلام میں اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کو پسند اور ناپسند کا معیار قرار دینا حرام قرار پایا۔ اسی حقیقت کو اخلاص کہتے ہیں۔ یہی اخلاص عقیدہ توحید کی جان اور روح ہے اور یہ عقیدہ توحید تعلق باللہ کا بنیادی پتھر ہے۔

## نہ صرف چینی ،بلکہ نمک بھی خطرناک (ہیلتھ کارنر)

(حافظ محمد یٰسین)

انسان نے اپنی کھانے کی عادات ترک نہ کرنے سے مختلف بیماریاں پال رکھی ہیں اور یہ بیماریاں انسان کو اس حد تک کھوکھلا کر رہی ہیں جس سے وہ دن بدن موت کے منہ میں جا رہا ہے ۔زیادہ کھانا ،ورزش نہ کرنا ،نمک اور چینی کی زیادتی ،ان تمام بد پرہیزیوں کے باعث انسان موٹاپے، بلڈ پریشر اور ذیابیطس جیسے خطرناک امراض میں مبتلا ہو رہا ہے ۔چند سال پہلے جب اچانک دنیا بھر میں ذیابیطس کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو عالمی ادارہ صحت نے اس بات کی تنبیہ کی کہ چینی کا استعمال کم نہ کرنے سے ذیابیطس سے ہونے والی اموات میں غیر معمولی اضافہ متوقع ہے ۔اس صورتحال میں ذیابیطس کو کنٹرول کرنے کے بارے اب لوگوں میں کافی حد تک شعور بیدار ہو چکا ہے اور ذیابیطس کے مریض صبح و شام پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں ۔تاہم **نمک** بھی انسانی صحت کے لیے اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ **چینی** ۔خیال کیا جاتا ہے کہ نمک زیادہ استعمال کرنے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن لوگوں کی غلط فہمی اس وقت ختم ہوئی جب اس چیز کا علم ہوا کہ زیادہ نمک فشارِ خون کو بڑھانے میں مددگار ہے ۔ہائی بلڈ پریشر بھی انسان کے لیے اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ ذیابیطس ۔اس وجہ سے اب معالج چینی اور نمک دونوں کو کم استعمال کرنے کی ہدایت کرتے ہیں ۔

امریکہ میں ہونے والی ایک تحقیق میں بھی ثابت کیا گیا ہے کہ نمک اور چینی کا استعمال کم کر کے آپ اپنی صحت بہتر بنا سکتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ کم کھانے کی عادت سے آپ کی اوسط عمر میں بھی اضافہ ہوگا ۔ماہرین کا کہنا ہے کہ پروٹین انسانی جسم کے لیے نہایت مفید ہے چینی اور نمک کی زیادتی کی بجائے اگر گوشت اور انڈوں کو اعتدال سے استعمال کیا جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے ۔

**چربی کے بغیر گوشت:**

ماہرین کے مطابق چربی کے بغیر سرخ گوشت کا استعمال صحت کے لیے مفید ہے۔ چربی والے گوشت سے کولیسٹرول بڑھنے کا خدشہ ہوتا ہے جب کہ چربی کے بغیر والا گوشت صحت مند ڈائٹ کا حصہ ہے۔ لیکن گوشت کے زیادہ استعمال کی بجائے سبزیاں اور دالیں بہتر ہیں چودہ سے ستر سال کی عمر کے مردوں کے ایک سروے سے ثابت ہوا ہے کہ مرد سرخ گوشت، انڈے اور مرغی کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ دوسری طرف طبی ماہرین نے اس بات سے خبردار کیا ہے کہ سرخ گوشت ایک مناسب مقدار میں استعمال کریں اس کے زیادہ استعمال سے کینسر ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

**چینی سے پرہیز کریں:**

ایک نئی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ روزانہ استعمال کی جانے والی کیلوریز میں شوگر دس فیصد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے روزانہ اگر آپ دو سو کیلوریز لیتے ہیں تو صرف میٹھے مشروبات میں 470 ملی لیٹر شوگر ہوتی ہے اس کے برعکس پھلوں اور دودھ میں چینی کی مقدار قدرے کم ہوتی ہے۔ لہٰذا سافٹ ڈرنکس کے استعمال کی بجائے پھل اور دودھ استعمال کریں اس سے آپ کا شوگر لیول نہیں بڑھے گا۔

**انڈے استعمال کریں:**

ایک عرصے تک یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ انڈے کولیسٹرول بڑھاتے ہیں لیکن 2010 میں امریکہ میں ہونے والی ایک تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ روزانہ دو انڈے استعمال کرنے سے آپ کا کولیسٹرول لیول نہیں بڑھتا اور اپنی جگہ پر رہتا ہے اس کے علاوہ انڈے پروٹین حاصل کرنے کا بھی ایک بہترین ذریعہ ہیں۔

# اللہ تعالٰی کے سو احکامات

(جاوید چودھری)

یہ چند برس پرانی بات ہے، ایک امریکی نومسلم نے قرآن مجید سے حقوق العباد سے متعلق اللہ تعالٰی کے 100 احکامات جمع کیے، یہ احکامات پوری دنیا میں پھیلے مسلم سکالرز کو بھجوائے اور پھر ان سے نہایت معصومانہ سوال کیا:

''ہم مسلمان اللہ تعالٰی کے ان احکامات پر عمل کیوں نہیں کرتے''!

مسلم سکالرز کے پاس اس معصومانہ سوال کا کوئی جواب نہیں تھا، مجھے چند دن قبل ایک دوست نے یہ احکامات ''فارورڈ'' کر دیے، میں نے پڑھے اور میں بڑی دیر تک اپنے آپ سے پوچھتا رہا ''ہمارے ربّ نے ہمیں قرآن مجید کے ذریعے یہ احکامات دے رکھے ہیں، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اللہ تعالٰی کے ان احکامات پر پورا اترتے ہیں''۔

میں یہ احکامات سونمبر کا پرچہ سمجھ کر ترجمہ کر رہا ہوں اور یہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، آپ پہلے یہ پرچہ حل کریں، پھر خود اس کی مارکنگ کریں، پھر اپنے پاس یا فیل ہونے کا فیصلہ کریں اور آخر میں یہ سوچیں ہم قیامت کے دن کیا منہ لے کر اپنے ربّ کے سامنے پیش ہوں گے، آپ کا یہ جواب فیصلہ کرے گا ہم کتنے مسلمان ہیں۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''ایک گفتگو کے دوران بدتمیزی نہ کیا کرو، دو، غصے کو قابو میں رکھو، تین، دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو، چار، تکبر نہ کرو، پانچ، دوسروں کی غلطیاں معاف کر دیا کرو، چھ، لوگوں کے ساتھ آہستہ بولا کرو، سات، اپنی آواز نیچی رکھا کرو، آٹھ، دوسروں کا مذاق نہ اڑایا کرو، نو، والدین کی خدمت کیا کرو، دس، منہ سے والدین کی توہین کا ایک لفظ نہ نکالو، گیارہ، والدین کی اجازت کے بغیر ان کے کمرے میں داخل نہ ہوا کرو، بارہ، حساب لکھ لیا کرو، تیرہ کسی کی اندھا دھند تقلید نہ کرو، چودہ اگر مقروض مشکل وقت سے گزر رہا ہو تو اسے ادائیگی کے لیے مزید وقت دے دیا کرو، پندرہ، سود نہ کھاؤ، سولہ، رشوت نہ لو، سترہ، وعدہ نہ توڑو، اٹھارہ، دوسروں پر

اعتماد کیا کرو، انیس، سچ میں جھوٹ نہ ملایا کرو، بیس، لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا کرو، اکیس ، انصاف کے لیے مضبوطی سے کھڑے ہو جایا کرو، بائیس، مرنے والوں کی دولت خاندان کے تمام ارکان میں تقسیم کیا کرو، تیئیس، خواتین بھی وراثت میں حصہ دار ہیں، چوبیس، یتیموں کی جائیداد پر قبضہ نہ کرو، پچیس، یتیموں کی حفاظت کرو، چھبیس، دوسروں کا مال بلاضرورت خرچ نہ کرو ، ستائیس، لوگوں کے درمیان صلح کراؤ، اٹھائیس، بدگمانی سے بچو، انتیس، غیبت نہ کرو، تیس، جاسوسی نہ کرو، اکتیس، خیرات کیا کرو، بتیس، غرباء کو کھانا کھلایا کرو، تینتیس، ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کیا کرو، چونتیس، فضول خرچی نہ کیا کرو، پینتیس، خیرات کر کے جتلایا نہ کرو، چھتیس مہمانوں کی عزت کرو، سینتیس، نیکی پہلے خود کرو اور پھر دوسروں کو تلقین کرو، اڑتیس، زمین پر برائی نہ پھیلایا کرو، انتالیس، لوگوں کو مسجدوں میں داخلے سے نہ روکو، چالیس، صرف ان کے ساتھ لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں، اکتالیس، جنگ کے دوران جنگ کے آداب کا خیال رکھو، بیالیس، جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ، تینتالیس مذہب میں کوئی سختی نہیں، چوالیس، تمام انبیاء پر ایمان لاؤ، پینتالیس، حیض کے دنوں میں مباشرت نہ کرو، چھیالیس، بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلاؤ، سینتالیس، جنسی بدکاری سے بچو، اڑتالیس، حکمرانوں کو میرٹ پر منتخب کرو، انچاس کسی پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، پچاس، نفاق سے بچو، اکاون، کائنات کی تخلیق اور عجائب کے بارے میں گہرائی سے غور کرو، باون، عورتیں اور مرد اپنے اعمال کا برابر حصہ پائیں گے ترپن، خونی رشتوں میں شادی نہ کرو (کزن میرج) چون، مرد کو خاندان کا سربراہ ہونا چاہیے، پچپن، بخیل نہ بنو، چھپن، حسد نہ کرو، ستاون، ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، اٹھاون، فریب (فریبی) کی وکالت نہ کرو، انسٹھ، نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اکسٹھ، اکثریت سچ کی کسوٹی نہیں ہوتی، باسٹھ، صحیح راستے پر رہو، تریسٹھ، جرائم کی سزا دے کر مثال قائم کرو، چونسٹھ، گناہ اور نا انصافی کے خلاف جدوجہد کرتے رہو، پینسٹھ، مردہ جانور، خون اور سور کا گوشت حرام ہے، چھیاسٹھ شراب اور دوسری منشیات سے پرہیز کرو، ستاسٹھ، جوا نہ کھیلو، اڑسٹھ، ہیرا پھیری نہ کرو، ستر، کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو، اکہتر، نماز کے وقت اچھے کپڑے پہنو، بہتر، آپ سے جو لوگ مدد اور تحفظ مانگیں

ان کی حفاظت کرو، انہیں مدد دو، تہتر، طہارت قائم رکھو، چوہتر، اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو، پچہتر، اللہ نا دانستگی میں کی جانے والی غلطیاں معاف کر دیتا ہے۔ چھہتر، لوگوں کو دانائی اور اچھی ہدایت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاؤ، ستتر، کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اٹھہتر، غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو، اناسی، جس کے بارے میں علم نہ ہو اس کا پیچھا نہ کرو، اسی، پوشیدہ چیزوں سے دور رہا کرو، (کھوج نہ لگاؤ) اکیاسی، اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو، بیاسی، اللہ اپنی ذات پر یقین رکھنے والوں کی حفاظت کرتا ہے، تراسی، زمین پر عاجزی کے ساتھ چلو، چوراسی دنیا سے اپنے حصہ کا کام مکمل کر کے جایا کرو، پچاسی، اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، چھیاسی، ہم جنس پرستی میں نہ پڑو، ستاسی، سچ کا ساتھ دو، غلط سے پرہیز کرو، اٹھاسی، زمین پر ڈھٹائی سے نہ چلو، نواسی، عورتیں اپنی زینت کی نمائش نہ کریں، نوے، اللہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، اکانوے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بانوے، برائی کو اچھائی سے ختم کرو، ترانوے، فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کرو، چورانوے، تم میں وہ زیادہ معزز ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے، پچانوے، مذہب میں رہبانیت نہیں، چھیانوے، اللہ علم والوں کو مقدم رکھتا ہے، ستانوے، غیر مسلموں کے ساتھ مہربانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، اٹھانوے، خود کو لالچ سے بچاؤ، ننانوے اللہ سے معافی مانگو، یہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے اور سو، ''جو شخص دست سوال دراز کرے اسے انکار نہ کرو

اللہ تعالیٰ کے یہ سو احکامات حقوق العباد ہیں، ہم جب تک سو نمبروں کے اس پرچے میں پاس نہیں ہوتے ہم اس وقت تک مسلمان ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں خواہ ہم پوری زندگی سجدے میں گزار دیں یا پھر خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر جان دے دیں، آپ یہ پرچہ حل کریں، مارکنگ کریں اور اپنے گریڈز کا فیصلہ خود کر لیں۔ مجھے یقین ہے میرے سمیت کوئی مسلمان اس امتحان میں پاس نہیں ہو سکے گا، آپ گفتگو میں بدتمیزی سے لے کر بھکاری کا ہاتھ جھٹکنے تک اللہ کا کوئی حکم لے لیجیے گا آپ خود کو خدا کا نافرمان پائیں گے، ہم اللہ کے نام پر مرنے اور مارنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ لیکن ہم اللہ کا کوئی حکم ماننے کے لیے رضا مند نہیں ہیں،

اللہ نے ہم انسانوں کو سمجھانے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور چار کتابیں نازل کیں ہم نے کتابوں پر عمل کیا اور نہ ہی انبیاء کی سنی، آپ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا تجزیہ کر لیجیے آپ کو اللہ کے نوے فیصد احکامات حقوق العباد اور دس فیصد عبادات پر مبنی ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ عبادات کے اندر بھی انسانوں کے حقوق کو مقدم رکھتا ہے، مسجد میں بھی اگر ہمارے سجدے دوسروں کے سجدوں کے راستے میں رکاوٹ بن جائیں تو اللہ ہمارے سجدے قبول نہیں کرتا خواہ ہم خشوع اور خضوع کی انتہا کو ہی کیوں نہ چھولیں۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو بھی مسجد نہیں سمجھتا جو راستے میں بنائی گئی ہو یا قبضے کے پلاٹ پر تعمیر کی گئی ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان عبادتوں کو بھی عبادت گزاروں کے منہ پر مار دے گا جو حقوق العباد کو روند کر ادا کی گئی ہوں گی اور ہمارا رب اس قدر کریم اور مہربان ہے کہ یہ صدقے کا پہلا حق دار بھی خاندان کو قرار دیتا ہے، یہ کمانے والے کی ذات کو کمائی کا پہلا حق دیتا ہے لیکن ہم کیا ہیں؟ ہم اپنے خالی، اپنے کھوکھلے وجود کو عمامے، پگڑیاں اور ٹوپیاں پہنا کر اخلاقیات سے بے بہرہ جسم کو داڑھیاں رکھوا کر اور ہم برائیوں، بے ایمانیوں اور گستاخیوں کے ڈھیر پر جائے نماز بچھا کر خود کو دنیا کی مقدس اور متبرک ترین قوم سمجھتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باوجود خود کو اللہ تعالیٰ کے ٹھیکیدار بھی سمجھتے ہیں، ہمیں یہ ماننا ہوگا ہم اپنے رب کے نافرمان ہیں اور رب اپنے نافرمانوں کے پاس قبلہ اول تو کیا قبلہ دوم بھی نہیں رہنے دیتا۔ یہ ان سے ان کی سجدہ گاہیں تک چھین لیا کرتا ہے اور وہ ان کی دعاؤں سے اثر اڑا دیا کرتا ہے۔ ہم بھی کیا لوگ ہیں؟ ہم قبضے کے پلاٹوں، راستوں اور گرین بیلٹس پر مسجدیں بنا کر یہودیوں کو قبلہ اول کا قبضہ چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں، ہم اپنے بچوں کو دودھ میں کھاد ملا کر پلاتے ہیں، مسلمان مسلمان کو گدھے کا گوشت کھلاتا ہے لیکن یہ پوری مسلم امہ کو یہودی مشروبات اور کھانے کے یہودی برانڈ ترک کرنے کا مشورہ دیتا ہے، ہمیں اگر اللہ کی نصرت چاہیے تو ہمیں اللہ کے احکامات پر عمل کرنا ہوگا ہم کب تک اللہ اللہ کا ورد کر کے اللہ کو دھوکا دیتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کے مکر و فریب سے بھی واقف ہے اور یہ ہمارے دلوں کا حال بھی خوب جانتا ہے۔ ہمیں ماننا ہوگا اللہ کا جو بندہ اللہ کی نہیں مانتا اللہ اس کی نہیں سنتا۔

# تقویٰ

(سیّد خورشید احمد گیلانی)

تقویٰ قرآن وسنت کی ایک جامع اصطلاح ہے، اور اس کے سلبی اور ایجابی دو پہلو ہیں، نافرمانی سے بچنا اور احکام خداوندی کی حفاظت و رعایت کرنا، اسلام میں از اوّل تا آخر جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہی **تقویٰ** ہے، حصول ہدایت، قبولیت اعمال، معیت خداوندی، محبوبیت کاملہ، دنیوی و اُخروی فلاح، سب **تقویٰ** پر منحصر ہیں، اسلام کے تمام ارکان و شعار میں اسی تقویٰ کی جلوہ آرائی اور زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسی کی کارفرمائی ہے، روزہ کی غائیت و روح تقویٰ کی بیداری ہے۔ قربانی کا اصل مقصد تقویٰ ہے، مسجد کی عمارت میں تقویٰ بطور بنیاد شامل ہے، حج اور شعائر اللہ کے احترام میں تقویٰ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اسلام کا نظام اخلاق تقویٰ سے عبارت اور اسلام کا نظام عدل تقویٰ پر مشتمل ہے۔ معاشرے میں باہمی تعاون کی اساس تقویٰ ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ نظام تعزیرات کی غرض تقویٰ ہے، تقویٰ فی الحقیقت حدود کے اندر رہنے اور ان کی صدق دل سے پابندی کا نام ہے۔ یہ تقویٰ جہاں ہمیں عالم انفس میں نظر آتا ہے، وہاں عالم آفاق میں بھی محسوس ہوتا ہے اور یا ہوں یا سرسبز و شاداب گل بوٹے، ہر کہیں تقویٰ کا نظارہ کیا جا سکتا ہے، جانوروں تک میں اس کے اثرات ہیں، شیر کا گھاس اور بکری کا گوشت نہ کھانا یہ فطرت کی حدود میں پابند رہنا ( تقویٰ ) ہے۔ کھاری اور میٹھے سمندروں کا ٹکرانا مگر باہم نہ ملنا بھی وہی حدود کی رعایت موجود ہے، سورج کا چاند کو نہ جا ملنا اور پانی کا نشیب کی طرف ہمیشہ بہنا تقویٰ کی عمدہ اور عملی تفسیر ہے، انبیاء کرام کی تعلیمات میں تقویٰ سرفہرست نظر آتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کا عزیز و کریم ہونا اسی تقویٰ کے باعث ہے، تقویٰ تین چیزوں کو جنم دیتا ہے، خدا کی موجودگی کا احساس، خدا کے حضور حاضر ہونے کا خوف اور اللہ کے غضبناک ہونے کا ڈر، یہ تین چیزیں انسانی سیرت کا لازمہ بن جائیں تو اندرونی و بیرونی

دشمن یعنی نفس امارہ اور شیطان پر بہ آسانی قابو پایا جا سکتا ہے۔تقویٰ کی ساری بحث کا لب لباب اور خلاصہ یہی ہے کہ حدود شریعہ کی پابندی پورے اخلاص اور صدق دل کے ساتھ کی جائے، قرآن مجید نے ایک مقام پر واضح انداز میں حدود کی پابندی کو تقویٰ کہا ہے: ارشاد ربانی ہے:

تعاونوا علی البر و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان o

**ترجمہ:** ''تم نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون کرو نہ کہ گناہ اور سرکشی پر''۔

یہاں تقویٰ کو عدوان کے مقابلہ میں لایا گیا ہے اور عدوان کا مفہوم حد سے تجاوز کرنا ہے ،یعنی حد سے نکل جانا عدوان اور حد کے اندر رہنا تقویٰ ہے۔شیخ ابو عثمانی مغربیؒ فرماتے ہیں:

''تقویٰ یہی ہے کہ بندہ حدود کے اندر رہے، نہ کوتاہی کرے نہ تجاوز کرے۔''

تقویٰ کے بارے میں اس عام تاثر کی کوئی دلیل قرآن و سنت میں نہیں ملتی جو معاشرے میں رائج اور قائم ہے، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے نزدیک وہ شخص متقی ہے جو اپنی زندگی کے ہر گوشے میں فرائض و واجبات کا احترام کرے ہر اس کام کو پورے جوش و خروش سے کرے، جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر اس کام سے رُک جائے جس سے روکا گیا ہے، تقویٰ کی بحث میں اس امر کا خیال بھی ضروری ہے کہ تقویٰ کا زیادہ تر تعلق کمیت سے نہیں کیفیت سے ہے، اعمال و اشغال کی کثرت سے تقویٰ پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ تو خالصتاً دل کا فعل ہے، دل کی یہی آمادگی و اخلاص معمولی عمل کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر معمولی بنا دیتے ہیں۔ایک انسان ترک دنیا کر کے حدود اللہ کو فراموش کرنے کا مرتکب ہو سکتا ہے اور دوسرا شخص اُمور دنیا میں مشغول و منہمک ہو کر بھی حدود اللہ کی رعایت باحسن طریق کر سکتا ہے، خلوت و جلوت میں اللہ کے حدود کی پابندی کا اہتمام تقویٰ ہے۔

شیخ بہاوالدین نقشبندؒ فرماتے ہیں: ''میں زندگی میں دو مرتبہ سخت حیران ہوا، ایک شخص کو کعبہ کے طواف کے دوران اللہ تعالیٰ سے غافل پایا تو بہت حیران ہوا، مگر اس سے زیادہ حیرت اس وقت ہوئی جب بخارا کے تاجر کو کپڑا بیچتے وقت یادِ خدا میں مصروف پایا۔''

بعض لوگوں نے صرف کثرتِ نوافل اور اوراد و وظائف میں حد درجہ دلچسپی و انہماک کو تقویٰ کا اصلی کام قرار دے دیا ہے اور اس کے علاوہ دین کے جتنے اہم اور عظیم کام ہیں، اُن سے بے رحمانہ بے رخی برتی گئی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تقویٰ جس کا اصل مقصد توازن و اعتدال ہے، خود توازن کے دائرے سے نکل کر بے اعتدالی کی راہ پڑ گیا، تصوّف کی زبان میں ہم اس مسئلہ کو یوں سمجھ سکتے ہیں، بقول شیخ ابوالحسن سیروانی ؒ: ''صوفی اوراد سے نہیں واردات سے ہوتا ہے۔'' جس حد تک عبادات کو قرآن و سنت جائز اور مناسب قرار دیتے ہیں، ان کی ادائیگی اور احتیاط یہ روحِ تقویٰ ہے، ایک حدیث میں حضور ﷺ نے اس مسئلہ کو بڑی خوبصورتی سے واضح فرمایا ہے:

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے پاس تین جماعتیں آپ ﷺ کی عبادت کا حال پوچھنے آئیں، جب اُن کو آپ کی عبادت کا پورا پورا حال بتایا گیا تو کچھ ایسا ظاہر ہوا کہ ان کی نظر میں بہت کم ہے، پھر وہ بولے ہمارا اور نبی اکرم ﷺ کا کیا مقابلہ؟ آپ کو تو اگلی اور پچھلی خطائیں نہ ہونے کے باوجود معاف کر دی گئی ہیں پھر اُن میں ایک شخص بولا! میں ہمیشہ رات بھر عبادت کروں گا، دوسرا بولا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے بالکل پرہیز کرلوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا، اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ یہ کیا کہہ رہے تھے! اللہ کی قسم! میں تم سے کہیں زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس سے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں، ناغہ بھی کر لیتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں، آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میرے طریقے سے انحراف کیا وہ میری اُمت میں سے نہیں۔''

یہ حدیث بذاتِ خود اپنی تشریح آپ ہے، تقویٰ کے مفہوم میں جہاں یہ بات شامل ہے کہ حدود سے تجاوز نہ کیا جائے وہاں اس امر کا بھی اہتمام ملتا ہے کہ حتی الوسع احتیاط سے کام لیا جائے، یعنی جس مقام سے معصیت کی حد شروع ہوتی ہے عین اسی مقام کے آخری کناروں پر گھومنا آدمی کیلئے خطرناک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے نقل فرمایا ہے:
ہم حلال کی دس (چیزوں) میں سے نو حرام میں پڑ جانے کے خوف سے چھوڑ دیتے تھے۔"
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے سائل سے فرمایا اگر تم ایسی راہ سے گزر رہے ہو جس کے دائیں بائیں خاردار جھاڑیاں ہیں تو کیسے گزرو گے؟ جواب دیا میں اپنے کپڑے سمیٹ لوں گا، فرمایا یہی احتیاط **تقویٰ** ہے۔
اس بات کی تائید ہمیں اہل تصوف کے ہاں سے ملتی ہے، شیخ ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا، بندے کیلئے خوف کی راہ کب آسان ہوتی ہے؟ فرمایا جب وہ اپنے آپ کو بمنزلہ بیمار سمجھے تو وہ اس ڈر سے کہ کہیں بیماری طول نہ پکڑ جائے، ہر چیز سے پرہیز کرتا ہے۔"
تقویٰ کی تعریف، مفہوم اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد ہم صوفیاء کرام کے ان اقوال پر نظر ڈالتے ہیں جو ہمیں اس موضوع پر ملتے ہیں، تقویٰ میں خوف ایک بنیادی عنصر کی حیثیت سے شامل ہے، حدود اللہ کی پابندی کے اصل محرکات کیا ہیں؟ اس کے دو ایجابی اور سلبی پہلو ہیں، نافرمانی کے باعث درجات میں کمی اور عذاب میں ابتلاء اس لئے صوفیاء کرام نے اپنے پیروکاروں میں زیادہ سے زیادہ خدا کا خوف پیدا کرنے کی کوشش کی، اگر یہ چیز پیدا ہو جائے تو معصیت و عدوان سے ایک گونہ وحشت اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے، بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن پر معاشرہ حد یا تعزیر نافذ کر سکتا ہے، مگر بعض گناہ وہ ہیں جن پر گرفت کی صورت ممکن نہیں مثلاً حسد، بغض، کینہ، ریاء وغیرہ ان پر صرف اپنے اندر خوفِ خدا پیدا کر کے قابو پایا جا سکتا ہے، یہ چیز احساس و ادراک کی اصلاح سے ہوتی ہے کیونکہ احساس و ادراک پر کسی قسم کا کوئی پہرہ نہیں بیٹھایا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کی ساری کوششوں کا محور و مرکز انسان کا احساس رہا، وہ جانتے تھے کہ تمام نیکیوں اور برائیوں کا سوتا یہی ہے، اسی لئے اس کی درستی میں پورے جسمانی بلکہ معاشرتی نظام کی درستی مضمر ہے، ایک شخص اگر گناہ کا ارادہ کرتا ہے، مگر یہ خیال آتے ہی رُک جاتا ہے جس کا رزق کھاتا ہوں اس کی نافرمانی کتنی بڑی احسان فراموشی ہے تو بس

یہی خیال تقویٰ بن جاتا ہے،اگر گناہ سے اس لئے باز آجاتا ہے کہ خدا ہر کہیں موجود ہے اس کی موجودگی میں اس کی نافرمانی کتنا بڑا اور سنگین جرم ہے،تو یہی احساس تقویٰ بن جاتا ہے،اگر گناہ سے اس لئے پہلوتہی کی کہ کوئی جگہ ایسی نہیں جو خدا کی حدودِ مملکت سے باہر ہو،اس کی مملکت میں اس کی نافرمانی گویا خود موت کو دعوت دینا ہے،تو یہی سوچ تقویٰ بن جاتی ہے،اگر گناہ سے کنارہ کشی کا سبب یہ امر بن جاتا ہے کہ خواہ کہیں اور کسی حال میں گناہ کروں،قیامت کے دن اس کی باز پرس سے نہیں بچ سکوں گا تو بس اسی کا نام تقویٰ ہے،صوفیاءکرام کے نزدیک خدا کا خوف ہی گناہ کے مقابلے میں ڈھال کا کام دیتا ہے،اس لئے اُن کے مواعظ اور ان کی مجالس ومحافل میں زیادہ تر گفتگو خوفِ الٰہی اور خشیت الٰہی کے موضوع پر ملتی ہے،اور وہ یہ سمجھتے تھے اور تھے بھی حق بجانب کہ خدا کا خوف ہی وہ تازیانہ ہے جو انسان کو ہر وقت متنبہ اور خبردار رکھتا ہے اور کبھی غفلت کے گڑھے میں نہیں گرنے دیتا،حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا گیا:''ان لوگوں کی مجلس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو ڈرا کر ہمارے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتے ہیں،ارشاد فرمایا: ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا جو تمہیں آج ڈرا کر کل کے خوف سے نجات دلادیں ان لوگوں کی صحبت سے بہتر ہے جو آج تمہیں بے خوفی کا درس دے کر کل دردناک خوف میں مبتلا کر دیں۔''

صوفیاءکرام کے ہاں کسی بھی مقام پر خدا سے بے خوفی کی اجازت نہیں،وہ ہر لمحے خود احتسابی کا سبق دینے میں مشغول رہتے تھے اور چوکنا رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے،اُن کے ہاں کوئی شخص،کوئی مقام اور کوئی ساعمل ایسا نہیں جسے کرکے انسان یہ محسوس کرے کہ اب میں معصیت و نافرمانی سے بالکل محفوظ ہوگیا ہوں،بلکہ اسے ہر وقت ان دیکھے خوف میں مبتلا رہنا چاہیے،خبر نہیں کسی وقت پاؤں پھسلے اور عمر بھر کی کمائی اکارت چلی جائے،حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں تو کسی نیک جگہ پر دھوکہ نہ کھا کیونکہ جنت سے بڑھ کر کوئی نیک جگہ نہیں ہوسکتی،پھر بھی اس میں حضرت آدم علیہ السلام پر جو گزری سو گزری نہ کثرت عبادت پر غرور کر،کیونکہ ابلیس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی اس قدر طویل عبادت کے بعد ہوا،صالحین کی صحبت و دیدار پر بھی بھروسہ نہ کر

کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر کس کی شان ہو سکتی ہے؟ مگر آپ کے رشتہ دار آپ کے دیدار سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔''

خوف وتقویٰ اختیار کرنے کے ضمن میں نہ صرف شیطان پر نظر رکھنا کافی ہے کہ کہیں کوئی او چھا وار کر کے چت نہ گرا دے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ اپنے نفس کی نگرانی ضروری ہے جو تلوار ہاتھ میں لئے بغیر لڑتا ہے، خارجی دشمن سے یہ داخلی دشمن کہیں زیادہ خطرناک ہے، اندر سے پیدا ہونے والی بیماری باہر کے لگے زخم سے زیادہ تشویش ناک ہوتی ہے، اس لئے حضرت ابوعمرو دمشقیؒ نے متقی اور خائف کی تعریف میں فرمایا:

''خائف وہ شخص ہے جو اپنے نفس سے اپنے دشمن (شیطان) کی بہ نسبت زیادہ خوف کھاتا ہو۔''

خوف وتقویٰ کی اقسام بیان کرتے ہوئے امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

''شہوت سے باز رہنا عفت، حرام سے دور رہنا ورع اور مشتبہ حلال سے رُکنا تقویٰ ہے۔''

خوف وخشیت کے بار بار تذکرہ سے یہ غلط فہمی ہرگز پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ انسان ہر وقت بید کی لکڑی کی طرح لرزتا رہے، اس کی آنکھوں کے کنارے ہمہ وقت تر رہیں، آواز میں خاص قسم کی رقت آ جائے، لب لہجہ میں مسکینی ٹپکتی محسوس ہو، وضع قطع سے کسی مستقل بیماری کا شائبہ اُبھرتا ہو اور چہرہ مہرہ کسی حسرت ناک مایوسی میں لپٹا دکھائی دے بلکہ خوف وخشیت کا جو مفہوم قرآن وسنت میں آیا ہے، یعنی منہیات ومنکرات سے پرہیز بعینہٖ وہ کچھ ہمیں صوفیاء کرام کی تعلیمات میں ملتا ہے، اس کو امام ابوالقاسم قشیریؒ لکھتے ہیں:

''خائف اُسے نہیں کہتے جو رو رہا ہو اور اپنی آنکھیں پونچھتا ہو، بلکہ خائف تو اُسے کہیں گے جو اس چیز کو جس پر اسے عذاب کا ڈر ہے ترک کر دے۔''

چند ایسے ایمان افروز اور رقت انگیز واقعات، جن سے پتہ چلتا ہے کہ خوفِ خدا رکھنے والے لوگ کس طرح اپنے نفس کا محاسبہ جاری رکھتے ہیں۔

حضرت احنف بن قیسؒ کا کہنا ہے کہ میرے دل میں گناہ کا خیال اُبھرا میں نے اپنی

انگلی جلتے دیے پر رکھ دی اور کہا نفس تو ایک چراغ کی آگ تو سہہ نہیں سکتا ،جہنم کی آگ کو کیسے برداشت کرے گا اور اس طرح میرے ذہن سے گناہ کا خیال یکدم محو ہوگیا ، انہی کا واقعہ ہے کہ بیٹھے بیٹھے نہ جانے کیا خیال آیا اپنی عمر کا اندازہ لگایا تو ساٹھ برس نکلی اور اکیس ہزار پانچ دن بنے ، اور ایک دن میں ایک گناہ کا صدور فرض کرلیا جو آپ کے خیال میں کم از کم تھا یوں اکیس ہزار اور پانچ گناہ سرزد ہوئے ۔ یہ سوچنا تھا کہ غش کھا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے ۔"

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی روایت کے مطابق شیخ سری سقطیؒ نے متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں بغداد کے علاوہ کسی اور شہر میں مرنا چاہتا ہوں ، پوچھا گیا ، کیوں؟ فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری قبر مجھے قبول نہ کرے تو رسوا نہ ہو جاؤں ۔"

سچ ہے کہ خدا کا خوف ہو تو کوئی پل غفلت میں نہیں گزر سکتا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر دل میں خوف خدا ہو تو بڑے سے بڑے حملہ آور کو اس قلعہ میں محفوظ رہ کر ناکام لوٹایا جا سکتا ہے ۔ بھاری سے بھاری ہتھیار کو اس ڈھال پر کند کیا جا سکتا ہے اور مہلک سے مہلک زہر کیلئے اس سے تریاق کا کام لیا جا سکتا ہے ، جیسا کہ شیخ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں:

"خوفِ الٰہی ایمان کا قلعہ ، ہوا و ہوس کیلئے تریاق اور مومن کا ہتھیار ہے ۔"

## دعائے مغفرت

جڑانوالہ سے بھائی محمد سلیم کی بھتیجی

گوجرانوالہ سے بزرگ بھائی محمد صدیق مغل کے چھوٹے بھائی محمد لطیف

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں ۔

# بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
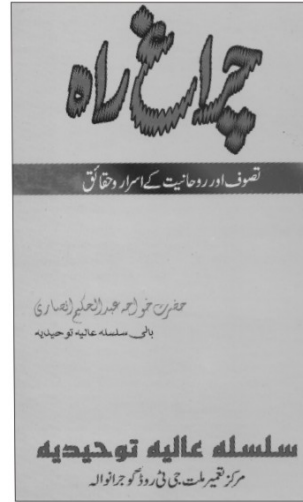
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشھود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
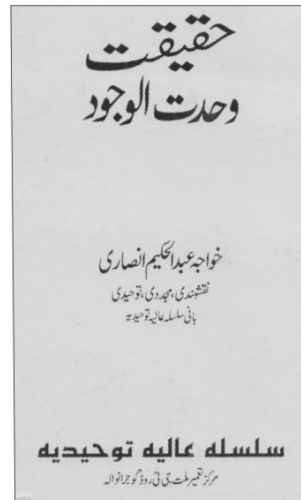
# مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
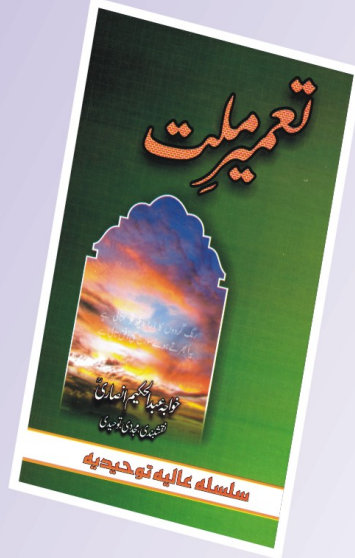
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
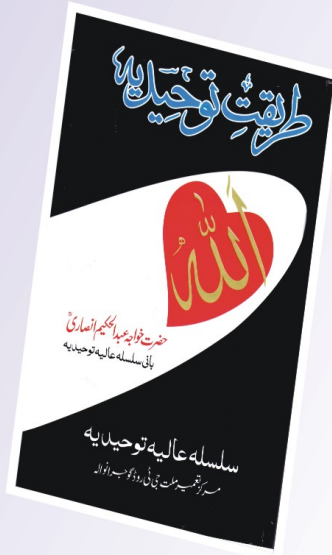
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com